THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Monday, June 13, 2011
(71st Session)
Volume IV No. 07
(Nos.1- 16)

CONTENTS

		Pages
1	Recitation from the Holy Quran..	1
2	Leave of Absence...	2-3
3	Presentation of Reports …………………………………………	3-13
4	Further Discussion on the Finance Bill, 2011-12………………	13-43

Printed and Published by the Senate Secretariat Islamabad

Volume:IV No.7 SP.IV(07)/2011 130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, June 13, 2011

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at twenty minutes past five in the evening with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۔ جَهَنَّمَ ۚ
يَصْلَوْنَهَا ۖ وَ بِئْسَ الْقَرَارُ ۔ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۖ قُلْ
تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ۔ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ
وَ يُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا
خِلٰلٌ ۔

ترجمہ : کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا کہ جنہوں نے اللہ کی نعمت کے بدلے میں ناشکری کی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا جو دوزخ ہے اس میں داخل ہوں گے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ اور لوگوں نے اللہ کی راہ سے بہکانے کے لیے شریک بنا رکھے ہیں ۔ کہہ دو نفع اٹھا لو پھر تمہیں آگ کی طرف لوٹنا ہے۔ میرے بندوں کو کہہ دو جو ایمان لائے ہیں نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کریں اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید وفروخت ہے نہ دوستی۔

(سورۃ ابراہیم ۔ آیات ۲۸ تا ۳۱)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ .Leave applications

Leave of Absence

جناب چیئرمین: ڈاکٹر ظہیر الدین بابر اعوان پہلے سے طے شدہ سرکاری مصروفیات کے باعث گزشتہ 69th and 70th اجلاسوں کے دوران مورخہ 28, 30, 31 March, 2, 7, 8 April, 2 to 5, 9 to 12 May اور موجودہ اجلاس کے دوران مورخہ 6 and 7 June کے اجلاسوں میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب عبدالنبی بنگش صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ تین تا دس جون اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے، اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب محمد جہانگیر بدر صاحب نے ملک سے باہر ہونے کی بنا پر مورخہ تیرہ تا سترہ جون کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: میر ولی محمد بادینی صاحب ملک سے باہر ہونے کی بنا پر مورخہ تین تا دس جون اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے، اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب گل محمد لاٹ صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ دس جون اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے، اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: میر محمد علی رند صاحب نے ناسازی طبعیت کی بنا پر مورخہ تیرہ تا سترہ جون اجلاس کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

Mr. Chairman: Mashhadi Sahib, please move itme No 2.

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you, Mr. Chairman. I, the Chairman Committee on Rules of Procedure and Privileges, beg to move that under Sub- Rule 171(I) of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, the delay in presentation of report of the Committee on the Privilege Motion moved by Senator Prof. Muhammad Ibrahim Khan on the wrong answer given to question No. 85 on 31st March, 2011, by the Ministry of Defence regarding recruitments in PIA, be condoned till today.

Mr. Chairman: It has been moved that under Rule 171(I) of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, the delay in presentation of report of the Committee on the Privilege Motion moved by Senator Prof. Muhammad Ibrahim Khan on the wrong answer given to question No. 85 on 31st March, 2011, by the Ministry of Defence regarding recruitments in PIA, be condoned till today.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: Please move Item No. 3.

Presentation of Reports

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you, Mr. Chairman. I, the Chairman Committee on Rules of Procedure and Privileges, Present the report of the Committee on the Privilege Motion moved by Senator Prof. Muhammad Ibrahim Khan on the wrong answer given to question No. 85 on 31st March,

2011, by the Ministry of Defence regarding recruitments in PIA.

Mr. Chairman: Report stands presented. Item No. 4.

سینیٹر ملک صلاح الدین ڈوگر: جناب والا! یہ معزز سینیٹر پروفیسر ابراہیم صاحب کے سوال کا معاملہ Privilege Committee میں آیا تھا۔ وہاں پر ایم ڈی پی۔آئی۔ اے، ایڈیشنل سیکرٹری ڈیفنس اور باقی لوگ بھی موجود تھے۔ معاملہ یہ تھا کہ ایک لڑکے کے نمبر زیادہ تھے اور اس سے کم نمبروں والوں کو ملازمت دے دی گئی۔ اس وقت کمیٹی میں ہم نے بہت زیادہ نام ان کو پیش کئے تھے کہ جن لڑکوں کو آپ نے بھرتی کیا ہے ان سے ان کے نمبر زیادہ ہیں اور آپ اس پر نظر ثانی کریں۔ ایم ڈی پی آئی اے نے بھی اور ایڈیشنل سیکرٹری صاحب نے بھی کمیٹی میں وعدہ کیا تھا کہ ہم ان لڑکوں کو accommodate کریں گے لیکن آج تک کسی لڑکے کو بھی بلایا گیا ہے اور نہ ہی accommodate کیا گیا ہے۔ میری اس ہاؤس سے درخواست ہے کہ جب وہ ہمارے ساتھ وعدہ کر کے گئے تھے تو اس وعدے کو وہ پورا کریں۔ ایک بات وہ فرماتے ہیں کہ ایک لڑکے کے تحریری امتحان میں 80 and 78 نمبر تھے یہ انٹرویو میں فیل ہو گیا۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے اس کو مشہدی صاحب دیکھ لیں گے، یہ رول کمیٹی کے سامنے بات ہوئی ہے۔ مشہدی صاحب please look into it. شکریہ ڈوگر صاحب۔ احمد علی صاحب Please move item No. 4.

Senator Ahmed Ali: Mr. Chairman I have the honour to present the report of the Standing Committee on Finance, Revenue, Economic Affairs, Statistics and Planning and Development, in respect of the Finance Bill and Annual Budget Statement 2011.

Mr. Chairman: Report stands presented. Please move item No.5

Senator Ahmed Ali: Mr. Chairman I lay on the table of the House 66 unanimous recommendations of the Standing Committee on Finance, Revenue, Economic Affairs, Statistics and Planning and Development on the Finance Bill and Annual Budget Statement 2011.

Mr. Chairman: It has been moved that the recommendations on the Finance Bill 2011 containing the Annual Budget Statement that reported by the Committee be adopted.

(The motion was carried)

جناب چیئرمین: جی راجہ صاحب پلیز۔

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: شکریہ جناب چیئرمین! میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ Leader of the Opposition کے تقرر کا معاملہ کوئی دو اشخاص کے درمیان نہیں ہے اور نہ کوئی دو جماعتوں کے درمیان ہے۔ یہ ایک اصول، قواعد، آئین اور اخلاق کا معاملہ ہے۔ ہم نے اس دن بھی چیمبر میں آپ سے یہی گزارش کی تھی اور اس سے پہلے دو مرتبہ ہاؤس میں بھی یہ گزارش کی ہے کہ اگر ان کے تقرر میں، جیسے آپ نے فرمایا کہ آپ اس کو دوبارہ اس لیے سننا چاہتے ہیں کہ وہ فیصلہ ٹھیک نہیں تھا۔ ہم نے یہ گزارش کی تھی کہ آپ اس فیصلے کو suspend کریں۔ اس کو ختم کریں اور اس کے بعد آپ دلائل سنیں۔ پرسوں کی میٹنگ کے بعد آج ہم نے پھر میٹنگ کی ہے اور جتنے اپوزیشن کے ارکان ہیں ماسوائے چند کے ان سب کا یہی فیصلہ ہے کہ اگر اس کو آپ suspend فرما دیں تو پھر دلائل کا سننا ایک procedure ہو جائے گا تا کہ سارے حصہ لے سکیں۔ اس لیے ہماری یہی گزارش ہے کہ اس کو suspend کرنے کے بعد آپ ہمارے دلائل سنیں اور فیصلہ فرمائیں اور اگر ایسا نہیں ہوتا ۔ جن documents کی بات کہی گئی تھی وہ بھی آج تک provide نہیں کئے گئے تو پھر ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا کہ ہم کوئی اور قانونی وآئینی ذرائع اختیار کریں۔

جناب چیئرمین: جہاں تک documents کا تعلق ہے میں نے ڈار صاحب سے ان دن عرض کی کہ یہ آپ کو آج شام کو مل جائیں گے یا منگل کی صبح وہ تیار ہو رہے ہیں۔ پیر کی شام یا منگل کی صبح، کوشش یہ ہے کہ یہ آپ کو آج شام تک مل جائیں۔ The secretariat is in the process. کیونکہ تین درخواستیں ہیں، آپ کی ہے، سواتی صاحب کی ہے اور میاں رضا ربانی کی ہے۔ تینوں میں مختلف documents ہیں، کچھ common ہیں ۔ انشاء اللہ تعالیٰ secretariat is at work and hopefully by evening or first in the morning we will give it to you. پوری کوشش ہے کہ آج شام تک آپ کو مل جائیں۔ جی احمد علی صاحب۔

Senator Ahmed Ali: Mr. Chairman I have the honour to

move the unanimous recommendations N0.1 to 66 made by the Senate Standing Committee on Finance, Revenue, Economic Affairs, Statistics and Planning and Development laid on the table of the House. It is moved that the recommendations may be passed by the Senate and transmitted to the National Assembly under Article 73 of the Constitution.

جناب چیئرمین: یہ تو adopt کر چکے ہیں، آپ اس کو دوبارہ کیوں پڑھ رہے ہیں۔ Already یہ motion carried ہو گیا پھر آپ اس کو دوبارہ کیوں پڑھ رہے ہیں۔

سینیٹر احمد علی: میرا خیال ہے غلطی ہو گئی۔

جناب چیئرمین: غلطی سے آپ کہہ رہے ہیں۔ Motion has already been moved یہ موشن تو carry ہو چکا ہے۔ جی حاجی صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! ہمیں کہا گیا تھا کہ بجٹ میں جو بھی آپ کی تجاویز ہیں ، جن پر اعتراض ہے وہ دیں، ہم نے دیں۔ ہم پہلے دن گئے پتا چلا کورم پورا نہیں ہے، چیئرمین صاحب اکیلے ہیں اس لیے اجلاس نہیں ہو رہا۔ تیسری مرتبہ ہم پھر گئے اور ہم نے کہا کہ ہم نے تمام points پر بات کرنی ہے ، ہمیں کہا گیا کہ فیصلہ یہ ہوا کہ کسی کو ہم بلائیں گے نہیں۔ کسی ممبر کو نہیں بلائیں گے، یہ صرف کمیٹی کا فیصلہ ہے، یہ ہمارے ہاؤس کا فیصلہ نہیں ہے، یہ ہاؤس کا فیصلہ نہیں ہے، ہمیں اس میں شامل ہی نہیں کیا گیا۔ ہو سکتا ہے انہوں نے بڑی اچھی تجاویز دی ہوں لیکن یہ unanimous نہیں ہے، تیس کے قریب میں نے جو recommendations دی ہیں وہ کدھر گئیں، اس میں دو یا چار پر انہوں نے agree کر لیا ہے، مجھے موقع بھی نہیں دیا گیا میں نے خود ان سے request کی تھی کہ آپ ہمیں موقع دیں ، ہم تمام points پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں کہا گیا کہ یہ فیصلہ ہوا ہے کہ کمیٹی کسی mover یا کسی نے جو suggestion دی ہے اس کو طلب نہیں کرے گی۔ یہ تو one sided ہے، ڈکٹیٹر شپ ہم نہیں مانتے۔

جناب چیئرمین: جی پروفیسر خورشید صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! مجھے بھی یہ بات کہنے کی اجازت دیں کہ ایسا پہلی مرتبہ ہوا ہے اور ہمیں بہت دکھ ہے لیکن اسے unanimous recommendation کہنا

درست نہیں ہے۔ یہ recommendations Committee نے دی ہیں اور Opposition کی چاروں پارٹیوں کے واک آؤٹ کے بعد دی ہیں۔ اس لیے ہم نہ تو ان کی تائید کر رہے ہیں اور نہ ہی ان کی تردید کر رہے ہیں لیکن یہ بات on record لانا چاہتے ہیں کہ ان کو کمیٹی یا سینیٹ کی unanimous recommendations کہنا صحیح نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: دیکھیں جی recommendations کا Motion carry ہو چکا ہے۔ جی زاہد صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب والا! احمد علی صاحب ایسے ہی کرتے ہیں جیسے ابھی کر رہے ہیں۔ جو حاجی صاحب نے کہا، میں نے اس سلسلے میں خود آکر آپ سے شکایت بھی کی تھی۔ جب ہم ان کے پاس گئے اور ہم نے کہا کہ ہماری کچھ recommendations ہیں تو انہوں نے کہا کہ جی ہمارا کام تو ختم ہو گیا ہے۔ ہم نے پاس کر دیا ہے۔ دیکھیں آپ نے کہا تھا کہ کوئی بھی رکن جا کر اپنی recommendations دے سکتا ہے اور بات بھی کر سکتا ہے۔ جب ہم ایک دن پہلے گئے، جیسا کہ حاجی صاحب نے کہا، اس وقت ان کا quorum پورا نہیں ہو رہا تھا۔ لوگ ہی نہیں تھے۔ پھر انہوں نے اجلاس کو suspend کیا۔ دوسرے دن جب ہمیں پتا چلا تو ہم ادھر گئے انہوں نے کہا کہ ہم تو کام ختم کر چکے ہیں۔ میرے پاس چار، پانچ points ہیں۔ اگر وہ ان کو نہیں لیتے تو پھر یہ unanimous recommendations نہیں ہیں۔ یہ صرف احمد علی کی recommendations ہیں، ان کو پاس بھی کر دیں اور بھیج بھی دیں لیکن یہ ہاؤس کی یا کمیٹی کی recommendations نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین: جی ڈار صاحب۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب چیئرمین! یہ frankly departure ہے اس کمیٹی کے established working procedure سے۔ جب بھی کوئی recommendation دیتا ہے، اس کو ہمیشہ دعوت دی جاتی ہے۔ آپ پچھلے آٹھ سال کا record اٹھا کر دیکھ لیں کہ ان کو سنا جاتا تھا بلکہ کئی مرتبہ تو ان کو convince کیا جاتا تھا اور وہ satisfy ہو کر وہاں سے جاتے تھے۔ اس طرح نہیں ہوتا کہ وہ ہاؤس میں آکر agitate کریں۔ This is like you are rejecting the recommendations, unheard. میرے خیال میں اگر کمیٹی ان کو سن لیتی تو اچھا ہوتا۔

جناب چیئرمین: احمد علی صاحب! اب آپ اس کو explain کیجیئے۔

سینیٹر احمد علی: دیکھیں، یہ کوئی hard and fast rule نہیں ہے کہ ہم بلائیں۔ جی ہاں ہم بلاتے تھے۔ یہ بالکل ٹھیک بات ہے لیکن اس وقت کچھ extraordinary circumstances created تھے، کمیٹی کا کورم پورا نہیں تھا۔ جب کمیٹی کا کورم پورا ہوا اور جب کمیٹی اس بات کو سن رہی ہے اور اپنی recommendations دے رہی ہے تو .that is unanimous یہ کہنا کہ ہماری بات نہیں سنی، یہ درست نہیں ہے۔ یہ طریقہ ٹھیک نہیں۔ یہ بات ماننی چاہیے کہ جو rules and procedures کہتے ہیں ان کو follow کرنا چاہیے۔ ہم نے ان کو follow کیا۔ ڈار صاحب کی یہ بات بالکل ٹھیک ہے، میں تو مانتا ہوں کہ ہم پہلے ایسے ہی کرتے تھے لیکن وہاں کورم پورا ہونے کی مصیبت تھی، تو آپ کہاں بلانے کی بات کررہے ہیں، آپ کیسی باتیں کررہے ہیں۔ ادھر meeting ہورہی تھی اور ادھر گھنٹی بج رہی ہوتی تھی کہ یہاں کورم ٹوٹ رہا ہے۔ ڈار صاحب! تھوڑا سا خیال کریں اور اس طرح کی بات نہ کریں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: ایک وقت تو یہ تھا جب یہ کہہ رہے تھے کہ میرا جہاز روک دیا، مجھے حکومت نے یہاں آنے نہیں دیا۔ آج یہ ہم سے، اپنے اتحادیوں کے ساتھ دغا کررہے ہیں، ہم سے پوچھا ہی نہیں ہے، ہماری recommendations پر بحث نہیں ہوئی اور یہاں آکر کہتے ہیں کہ یہ unanimous ہیں۔ اگر کمیٹی کا کورم پورا نہیں تھا تو یہ report کیسے آگئی ہے۔

جناب چیئرمین: جی عبدالغفور حیدری صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری (قائد حزب اختلاف): جناب چیئرمین! یہ ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ ٹھیک ہے کہ سینیٹ کی Standing Committee برائے Finance نے اتفاق کیا ہے، یہ ایک اچھی بات ہے لیکن ہاؤس میں اسے پیش کرکے اس پر اتفاق رائے پیدا کرنا بہت اچھی روایت ہے۔ اس کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس پر جن جن حضرات کے تحفظات ہیں ان کو اظہار خیال کا موقع ملنا چاہیے۔ یہ میری گزارش ہے۔

جناب چیئرمین: جی سواتی صاحب۔

سینیٹر محمد اعظم خان سواتی: راجہ صاحب نے جو بات کی ہے میں صرف record درست کرنے کے لیے یہ بات کر رہا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ آپ کا جو فیصلہ تھا .that was incorrect پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ نے تو یہ الفاظ استعمال کیے اور میں نے سارے precedents دیکھے، سارے principles دیکھے، ساری conventions دیکھے، میرا یہ خیال ہے کہ جس candidness کے ساتھ آپ نے لفظ استعمال کیا ہے کہ you want to do substantial justice and revisit your own ruling. مجھے تو کم از کم کہیں ایسا نظر نہیں آیا۔ دنیا کی ساری کتابیں میں نے پڑھ لیں کہ چیئرمین ruling دینے کے بعد پھر خود اس کو revisit کر رہے ہیں but the underpinning principle that you have already stated in that when you were meeting with us that you want to do substantial justice. کیونکہ اس کی ramification or implication is going to be a long haul. میں سمجھتا ہوں کہ اب Opposition میں بیٹھنے والے جو ہمارے بھائی ہیں، ہمارے بزرگ ہیں، وہ بڑے honourable ہیں، لیکن بات کرنے سے پہلے کم از کم اس سیاق و سباق سے بات کریں جس سے یہ تلخیاں پیدا نہ ہوں اور ہمارے دل ایک دوسرے سے دور نہ ہوں بلکہ نزدیک ہوں تاکہ ایک united Opposition کی حیثیت سے ہم اپنا کردار ادا کریں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جہاں تک Finance Standing Committee کا تعلق ہے، اس کی meetings کا باقاعدہ notice issue کیا گیا تھا اور تمام لوگوں کو اس میں مدعو بھی کیا گیا تھا۔ اب جو recommendations ہیں وہ آج House میں آئی ہیں اور House میں carry ہو گئی ہیں۔ .Motion has been carried اس کے باوجود بھی اگر کوئی سفارشات دینا چاہے تو ہاؤس میں وہ دے سکتا ہے اور ہاؤس اس کو consider کرے گا اس پر کوئی قدغن نہیں ہے اور پھر جو بھی آپ کی سفارشات ہیں ان کو ہاؤس میں voting کے لیے ڈال دیا جائے گا۔

Senator Muhammad Ishaq Dar: Sir, respectfully I would say that this is against the laid procedure. The only way anybody can give now is the minority motion which can be debated upon and decided upon. Main recommendations are over.

جناب چیئرمین: وہ تو ختم ہو چکی ہیں۔ Main recommendations are over.

میں نے کہا ہے کہ motion carry ہو چکی ہے۔ Dar sahib, you are right over there.

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! ابھی آپ نے فرمایا ہے کہ committee کا notice جاری ہوا ہے۔ ممبروں کو مدعو کیا گیا تھا، ہم تو دو دفعہ گئے کہ ہماری بات سنیں لیکن انہوں نے کہا کہ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم اس مرتبہ کسی individual کی بات نہیں سنیں گے۔

سینیٹر احمد علی: جناب والا! یہ میرا prerogative ہے، یہ کیا بات ہے۔ میری مرضی کسی کو سنوں یا نہ سنوں۔ کیا یہ زبردستی ہے کہ میں آیا ہوں اور مجھے سنا جائے۔

Mr. Chairman: Haji sahib! Motion has already been carried.

(Interruption)

سینیٹر احمد علی: یہ بجٹ میں ہمیشہ غلط بات پر interfere کرتا ہے۔۔۔۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب والا! ہمارے اعتراض کا کیا بنے گا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہماری مرضی ہے کسی کو سنیں یا نہ سنیں۔ ان کو یہ اختیار کس نے دیا ہے کہ ان کی مرضی ہے۔

جناب چیئرمین: ڈار صاحب! بتائیے، motion carry ہو چکا ہے۔۔۔۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب والا! Motion carry ہو چکا ہے، جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ اب نئی recommendations نہیں آسکتیں۔ The only choice is that we have to file minority motion, سینیٹ میں cut motions بھی نہیں آتیں اور اس minority motion پر debate کے بعد فیصلہ ہو گا۔

جناب چیئرمین: رولز کے مطابق فیصلہ ہو گا۔ سینیٹر ثریا امیر الدین صاحبہ۔

(مداخلت)

سینیٹر حاجی محمد عدیل: آپ ہمیں recommendations پیش کرنے کا موقع نہ دیں اور کہیں کہ ہماری مرضی۔۔۔۔

جناب چیئرمین: سینیٹر ثریا امیر الدین۔

سینیٹر ثریا امیر الدین: جناب والا! وہ خاموش ہوں تو تقریر شروع کروں۔

جناب چیئرمین: نہیں، نہیں، آپ شروع کیجیے ثریا صاحبہ۔

سینٹر ثریا امیر الدین: جناب چیئرمین! میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں---

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب چیئرمین! ابھی آپ نے اس پر رولنگ دے دی ہے لیکن it will be in the greater interest of justice کہ آپ یہ ruling بھی دے دیں کہ آئندہ جو proposals ہوں گی، ان کے جو movers ہوں گے ان کو سنا جائے گا۔ جناب والا! یہ بہت بڑی departure ہے. it never happened in the past آپ privilege committee کو دیکھیں تو جو privilege motion move کرتا ہے اس کو بلایا جاتا ہے۔ آئندہ کے لیے rulingدے دیں، احمد علی صاحب ہوں یا کوئی بھی Finance Standing Committee کا چیئرمین ہو کہ آئندہ proposalsکے movers کو سنا جائے۔ ابھی تو چلیں آپ نے recommendations adopt کر لی ہیں۔

سینیٹر احمد علی: جناب چیئرمین! میری بات سنیں، انہوں نے بائیکاٹ کیا ہوا تھا---

جناب چیئرمین: پروفیسر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میں بہت ضروری دو، تین بات آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی بات یہ ہے کہ technically یہ بات درست ہے کہ کمیٹی کی recommendations پیش ہو گئی ہیں لیکن اس کے بعد پھر minority motions آسکتی ہیں اور جہاں تک مجھے یاد ہے آج رات بارہ بجے تک انہیں دینا ضروری ہے۔ اس لیے جن کو بھی دینی ہیں وہ اپنا راستہ اختیار کریں۔

دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ یہ پہلی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ اپوزیشن کی participation کے بغیر کمیٹی نے recommendationsپیش کی ہیں، میں انہیں دوش نہیں دے رہا، میں ان کا حوالہ دے رہا ہوں لیکن میں یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ اس سال کی recommendations کو unanimous recommendationsکہنا صحیح نہیں ہے۔ یہ کمیٹی کی recommendations ہیں unanimous نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین: میں نے تو خالی کہا motion has been carried. I have not said unanimous. I have used the word that the motion has been carried.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: ہم اپنی reservations record کرانا چاہتے ہیں کیونکہ ہمیں طعنہ دیا جاتا ہے کہ بجٹ کی اہمیت کو محسوس نہیں کیا۔ ہم نے اپنی recommendations دے دیں---

(Interruption)

سینیٹر سید نیر حسین بخاری(قائد حزب ایوان): جناب والا! ڈار صاحب نے اور پروفیسر صاحب نے recommendations دی ہیں اور وہی recommendations committee میں consider ہوئی ہیں۔ How can they say that these are not their recommendations. Did they not give their recommendations? Prof. sahib gave his recommendations.

جناب چیئرمین: دونوں کی recommendations آگئی ہیں۔ بات ختم ہو گئی ہے۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب والا! آپ ذرا میری بات سن لیں۔ ہمارا بائیکاٹ ہاؤس سے تھا، ہم کمیٹی میں گئے، بیٹھے تو انہوں نے کہا کہ بس کمیٹی کی میٹنگ ختم ہے، میں آپ کو نہیں سننا چاہتا حالانکہ وہاں پر وہ proposals receive کر رہے تھے لیکن انہوں نے ہماری بات ہی نہیں سنی، کس طرح یہ unanimous کی بات کر رہے ہیں۔ ہم اپوزیشن میں نہیں، ہم حکومتی بنچوں پر ہیں۔ یہ سفارشات نہیں ہے۔ آپ کی majority ہے، pass کر دیں لیکن یہ recommendations unanimous نہیں ہو سکتیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے آپ کا موقف آگیا۔ احمد علی صاحب! دیکھیں آپ کی جو رپورٹ آئی ہے، آپ کی recommendations کی جو motion تھی وہ carry ہو چکی ہے۔ اب future کے لیے ہم ایک guideline lay کرنا چاہتے ہیں کہ جو بھی mover ہوگا، اس کو آپ بلائیں اور سنیں۔ اگر وہ نہیں آتے تو ان کی مرضی ہے۔

سینیٹر احمد علی: ٹھیک ہے، agreed.

Mr. Chairman: OK. Thank you. Mandokhail Sahib.

(Interruption)

جناب چیئرمین: حاجی صاحب! محنت کرکے ذرا minority motion تیار کریں۔ بسم اللہ کرکے ذرا محنت کریں، مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب چیئرمین! ہماری recommendation ایک جگہ یہاں آئی لیکن اس کے بارے میں، میں پھر یہ کہوں گا کہ ٹھیک ہے ہمارا بائیکاٹ تھا لیکن اپنے طور پر تو کمیٹی نے اپنا اختیار judiciously استعمال کرنا ہوگا۔ ایسا تو نہیں ہے کہ آپ بیٹھ گئے اور آپ کو موقع ملا اور آپ نے سینیٹ کے بجٹ کی جو recommendations تھیں ان کو ایک دم outright نکال دیا۔ جناب والا! یہ بالکل مناسب نہیں ہے اور نہ اس طرح بجٹ کی ذمہ داری پوری کی جا سکتی ہے۔ ہماری اس پر reservations ہیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ مندوخیل صاحب۔ ثریا صاحبہ۔

(Interruption)

Mr. Chairman: Dar Sahib! Let us hear the arguments today and have them concluded as quickly as possible.

میں نے پہلے بھی آپ سے عرض کی تھی، پھر بھی عرض کر رہا ہوں۔

(Interruption)

(اس مرحلے پر اپوزیشن واک آؤٹ کر گئی)

Further Discussion on the Finance Bill, 2011-12

جناب چیئرمین: ثریا امیر الدین صاحبہ۔

سینیٹر ثریا امیر الدین: جناب چیئرمین! میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا۔ سب سے پہلے تو میں وزیر خزانہ جناب حفیظ شیخ صاحب کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی جنہوں نے ان خراب حالات میں جب کہ پاکستان حالت جنگ میں ہے، آدھے سے زیادہ ملک کو سیلاب نے تباہ و برباد کر دیا ہے۔ بے روزگاری ہے، target killing ہے ان حالات میں اس سے بہتر بجٹ پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ عوامی بجٹ ہے، بہترین بجٹ ہے اور میں حفیظ شیخ صاحب

کو اپنی جانب سے، اپنی پارٹی کی جانب سے اور اپنی حکومت کی جانب سے بہت زیادہ مبارکباد پیش کرنا چاہتی ہوں۔

جناب والا! یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ جب بھی پیپلز پارٹی کی حکومت قائم ہوئی، ملک میں ہمیشہ خزانہ خالی ملا۔ ہمیشہ مشکل حالات میں پیپلز پارٹی نے ملک کو بچانے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ پیپلز پارٹی کی حکومت نے ہمیشہ حالات کو بہتر بنانے کی کوشش کی ہے۔ ملک میں معیشت کو بہتر بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس بجٹ میں بھی غریبوں کے لیے خاص طور پر تنخواہوں میں اور pension میں اضافہ کیا گیا ہے تاکہ غریبوں کے حالات بہتر ہوسکیں اور ملک کی حالت بہتر ہوسکے۔

جناب والا! اس وقت ملک میں سب سے زیادہ اہم مسئلہ بجلی کا ہے جس پر صدر صاحب اور وزیر اعظم صاحب نے ہدایات جاری کر دی ہیں تاکہ بجلی کی لوڈشیڈنگ کم کی جاسکے اور ایران سے بجلی مہیا کی جاسکے۔ اس سلسلے میں صوبوں میں کام شروع ہو چکا ہے۔ ملکی معیشت کو مستحکم کرنے کے لیے موجودہ بجٹ میں ترقیاتی اخراجات کا حجم سات سو تیس ارب روپے مہیا کر دیا گیا ہے۔ اٹھارھویں ترمیم کے ترمیم کے ذریعے صوبوں کو خودمختاری دی گئی ہے، ان کو اپنا فنڈ ضرور ملے گا جس سے صوبوں کی حالت بہتر ہوگی۔ ساتویں NFC Award کے ذریعے بھی صوبوں کی حالت بہتر ہوگی، معیشت مضبوط ہوگی اور غربت کا خاتمہ ہوگا۔ بلوچستان میں خاص طور پر ان کا احساس محرومی ختم ہوگا۔

جناب والا! میں یہ بات خاص طور پر کہنا چاہوں گی کہ وزیر خزانہ کی تقریر کے دوران جو ہمیں موٹی موٹی کتابیں دی جاتی ہیں اگر وہ تقریر سے تھوڑی دیر پہلے دی جائیں تو ہم انہیں پڑھ کر ان پر بحث کر سکیں۔ تھوڑی دیر پہلے دے دی جائیں تاکہ ہم انہیں پڑھ کر ان پر بحث کر سکیں اور زیادہ بہتر بحث ہو سکے۔ جب پیپلز پارٹی کی حکومت آئی تو آٹے کی بہت زیادہ کمی تھی۔ لوگ گرمی، دھوپ میں کھڑے ہو کر آٹا لیتے تھے۔

جناب چیئرمین: ایک منٹ۔ جی۔

سینیٹر ڈاکٹر ظہیر الدین بابر اعوان: جناب چیئرمین! میری آپ سے درخواست ہے۔ ایوان کی ایک روایت ہے کہ اگر کوئی پارٹی بائیکاٹ کرے یا واک آؤٹ کرے تو اس کو منایا جاتا ہے۔ اب اپوزیشن لیڈر صاحب کو چاہیے کہ اپوزیشن کے دوسرے دھڑے کو منا کر لائیں۔

جناب چیئرمین: حیدری صاحب! آپ کوشش کیجیے۔

سینیٹر مولانا عبد الغفور حیدری: جناب چیئر مین! بات دراصل یہ ہے کہ بلاوجہ روزانہ انہوں نے اس طرح کا ایک سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ جب بات طے ہوئی۔ جیسے میں نے پہلے بھی گذارش کی تھی کہ ہم نہیں چاہ رہے تھے کہ اسے زیر بحث لایا جائے لیکن آپ نے حکم فرمایا اور ہم نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اس کے بعد پندرہ سولہ اور سترہ کی بات طے ہو گئی۔ پھر انہوں نے آپ پر دباؤ ڈالا، جو بھی کیا، آج کے بارے میں شاید طے ہو گیا۔ آج ان کو کیا مشکل پیش آئی کہ چلے گئے۔

جناب چیئر مین: کوئی بات نہیں۔ وہ چلے گئے ہیں۔

سینیٹر مولانا عبد الغفور حیدری: میں سمجھتا ہوں۔۔۔۔

جناب چیئر مین: چلیے آپ منا لائیے۔ بابر صاحب کو آپ ساتھ لے جائیں۔ بابر صاحب! آپ ساتھ جائیں۔

سینیٹر مولانا عبد الغفور حیدری: انہوں نے آنا ہی نہیں ہے۔ انہوں نے بائیکاٹ، واک آؤٹ، دھرنے کا ایک فیصلہ کیا ہوا ہے اور جس مسئلے کے حوالے سے وہ آئے روز واک آؤٹ کرتے ہیں۔ یہ سارے سینئر لوگ ہیں۔ بیٹھیں، ہاؤس میں بات کریں۔ جب ہم ان کی ہر بات مان رہے ہیں اور آپ کھلے دل سے بڑی شفقت کر رہے ہیں کہ ہاؤس میں بالکل اس پر اظہار خیال ہونا چاہیے۔ اس کے باوجود اگر وہ نہیں بیٹھتے تو ''میں نہ مانوں'' والی بات ہے۔ اب میں اس میں کیا کر سکتا ہوں۔ شکریہ۔

جناب چیئر مین: شکریہ۔ جی بلیدی صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسماعیل بلیدی: جناب چیئر مین! میں سمجھتا ہوں کہ جیسا ہمارے حیدری صاحب نے فرمایا۔ میں حیران ہوں کہ ایک ہفتے سے سینیٹ میں ایک بڑا مسئلہ بنایا گیا ہے۔ اگر اپوزیشن ممبران کی اکثریت آئین کے تقاضے پورے کرتی ہے۔ اگر وہ کہے کہ ہم اس لیے نہیں مانتے کہ ہماری مرضی کا نہیں ہوا اور آپ پر pressure ڈالتے ہیں کہ آپ کوئی فیصلہ دیں، suspend کریں۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ کوئی آئینی و جمہوری طریقہ اختیار کر رہے ہیں۔ اگر کل، خدا کرے کہ مذہبی جماعتوں کو ووٹ زیادہ ملیں اور ہم حیدری صاحب کو وزیر اعظم بنائیں تو کیا پھر وہ ملک چھوڑ جائیں گے؟ نواز شریف صاحب کہیں گے کہ میں نہیں مانتا ہوں۔ یہ کوئی آئینی و جمہوری طریقہ نہیں ہے۔ ہم بھی اس ملک کے رہنے والے ہیں۔ ہماری پارٹی کے بارہ اراکین ہیں۔ ان کے سات ہیں۔

جناب چیئرمین: اس پر بحث ہو گئی ہے۔ شکریہ بلیدی صاحب۔ جی ثریا صاحبہ please continue now.

سینیٹر ثریا امیر الدین: جناب چیئرمین! جب پیپلز پارٹی کی حکومت آئی، اس وقت ملک میں آٹے کی زبردست کمی تھی۔ لوگ قطاروں میں کھڑے ہو کر آٹا لیتے تھے۔ پولیس سے ڈنڈے بھی کھاتے تھے اور مر بھی جاتے تھے لیکن آج گندم surplus ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پیپلز پارٹی نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس کے بعد چینی کی کمی محسوس ہوئی۔ ملک میں چینی کے گودام بھرے ہوئے تھے لیکن عوام کو چینی نہیں ملتی تھی۔ اللہ کا شکر ہے اور پیپلز پارٹی کی محنتیں ہیں کہ چینی اب دستیاب ہے اور روزمرہ کی اشیاء مثلاً آلو، ٹماٹر دس سے پندرہ روپے کلو کے حساب سے مل رہے ہیں۔ غریب عوام خوش ہے کہ اسے مناسب داموں پر چیزیں مل رہی ہیں۔ گوادر پورٹ بلوچستان کا سرمایہ ہے۔ وہاں سے سڑک بنانے کا کام شروع ہو چکا ہے۔ وزیراعظم نے حکم جاری کر دیا ہے کہ گوادر سے لے کر رتوڈیرو تک سڑک بنائی جائے۔ ان کے علاوہ مزید سڑکیں بھی بنائی جائیں گی اور گوادر پورٹ اپنا کام شروع کر دے گی۔ اس سے بلوچستان میں خوشحالی آئے گی۔ وہاں کے غریب عوام خوش ہوں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری پیپلز پارٹی کی حکومت بلوچستان کو زیادہ سے زیادہ مراعات دے کیونکہ اس صوبے میں سب سے زیادہ احساس محرومی ہے۔ اٹھارھویں ترمیم کے ذریعے ملک کے بچوں کو مفت تعلیم دی جائے گی۔ یہ بہت اچھا قدم ہے۔ اس کا عوام کو زیادہ فائدہ پہنچے گا۔ ہمارے بچے تعلیم یافتہ ہوں گے اور دوسرے ملک کے بچوں کا مقابلہ کر سکیں گے۔ تعلیم کا شعبہ، ایسا شعبہ ہے کہ جب ہمارا ملک تعلیم یافتہ ہو جائے گا تو ہم آگے بڑھیں گے، ترقی کریں گے۔ بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام میں، خواتین کے لیے خاص طور پر اہم فیصلے کیے گئے ہیں۔ ملک کی غریب خواتین کو زیادہ سے زیادہ امداد دی جا رہی ہے تاکہ وہ فائدہ اٹھائیں اور ان کو روٹی، کپڑا مل سکے۔ ساتویں NFC award کے تحت صوبوں کو ایک ہزار دو سو تین ارب روپے دیے جائیں گے، جو کہ اچھا اقدام ہے۔ تین سو بانوے اشیاء پر ریگولیٹری ڈیوٹی ختم کر دی گئی ہے۔ تعلیم کے لیے چالیس ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ تعلیم کا شعبہ، ملک کا اہم ترین شعبہ ہے۔ جب تعلیم عام ہو گی تو ملک ترقی کرے گا اور دیگر ممالک کا مقابلہ کر سکے گا۔ بھاشا ڈیم سمیت بجلی کے چار بڑے منصوبوں پر کام شروع ہو چکا ہے۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو نے جب پاکستان پیپلز پارٹی بنائی تھی تو ان کا منشاء یہ تھا کہ ملک سے غربت دور ہو۔ ہر پاکستانی، غریب عوام کو روٹی، کپڑا اور مکان

ملے۔ میں یہاں یہ کہنا چاہوں گی کہ نہ صرف روٹی، کپڑا اور مکان ملے بلکہ میڈیکل کی سہولت بھی ہو اور تعلیم بھی عام ہو تاکہ ہمارا پاکستان ترقی کر سکے۔ پاکستان کے غریبوں کے لیے طبی سہولت عام کر دی جائے۔ اس وقت پاکستان حالت جنگ میں ہے۔ پینتیس ہزار پاکستانی مارے جا چکے ہیں۔ ہم سب کو پاکستان بچانے کے لیے متحد ہو کر کام کرنا ہو گا۔ پاکستان ہو گا تو ہم سب ہوں گے۔ جب پاکستان نہیں ہو گا تو ہم بھی نہیں ہوں گے۔ ہماری پہچان پاکستان سے ہے۔ میں تمام سیاسی جماعتوں سے یہ وعدہ لینا چاہتی ہوں کہ وہ متحد ہو کر پاکستان کو بچانے کے لیے اقدام کریں گے۔ ملک بچے گا تو پاکستان قائم رہے گا۔ ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنانے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اس طرح پاکستان ٹوٹ جائے گا اور ہم لوگ روتے رہ جائیں گے۔ خدارا! عقل کے ناخن لیں۔ حکومت کا ساتھ دیں۔ آصف علی زرداری اور یوسف رضا گیلانی کے ہاتھ مضبوط کریں۔ حکومت کو اپنا tenure پورا کرنے دیں۔ سیاست کا کچھ پتا نہیں ہوتا۔ کیا پتا کہ اگلے الیکشن میں ہماری پیپلز پارٹی پھر آجائے اور وہ ملک میں جمہوریت قائم کرے۔ جمہوریت مضبوط ہو گی تو پاکستان مضبوط ہو گا۔ جمہوریت کی مضبوطی اور بحالی کے لیے ہمیں بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ آخر میں، میں ایک شعر سنانا چاہوں گی:

حیات لے کے چلو، کائنات لے کے چلو
چلو تو زمانے کو ساتھ لے کے چلو۔

بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ حاجی عدیل صاحب! آپ بحث میں حصہ لیں گے۔ جی حاجی صاحب کے بعد آپ۔

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: جناب! میری تحریک استحقاق ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کی تحریک استحقاق ہے۔ سیکرٹری صاحب! شیرانی صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔ ذرا پتا لیجیے۔

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: شکریہ چیئرمین صاحب۔

جناب چیئرمین: اس کی کاپی مجھے دکھائیے گا۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: آپ نے مجھے حکم دیا ہے۔

جناب چیئرمین: ان کی تحریک استحقاق ہے۔ شیرانی صاحب! اس کے بارے میں آپ مجھے مل لیجیے گا۔ میں اس کے بارے میں آپ کو بتاؤں گا۔

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: ٹھیک ہے جی۔

جناب چیئرمین: میں نے اس کا نوٹ لے لیا ہے۔ جی حاجی عدیل صاحب۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: محترم چیئرمین صاحب! مشکور ہوں۔ ہم تو کچھ دن اس ایوان میں نہیں آئے۔ اپنے اتحادیوں سے ہمارے کچھ گلے شکوے تھے۔

جناب چیئرمین: امید ہے آپ کے گلے شکوے دور ہو گئے ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: محترم صدر صاحب نے مسلسل ہمارے ساتھ رابطہ رکھا اور وزیر اعلیٰ سندھ خود بھی تشریف لائے اور ہم نے کوشش کی۔ انہوں نے ہم سے کچھ وعدے کیے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ وعدے اب پورے ہوتے ہیں یا نہیں، بہرحال شریف لوگ ہیں۔ ہم اعتبار کرتے ہیں۔ وزیر خزانہ صاحب تشریف رکھتے ہیں اور مسکرا رہے ہیں کیونکہ کچھ دیر پہلے میں نے جب ان سے کوئی بات کی تو انہوں نے کہا کہ ہماری ایک خاتون رکن میری تعریف کر رہی ہے، مجھے سننے دو۔ اب وہ ہم سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لیں۔ اگر میں کچھ کہوں گا تو آپ کی ہمدردی میں کہوں گا۔ اس حکومت کی ہمدردی میں کہوں گا کیونکہ ہم اس کے اتحادی ہیں۔ ہم نے آپ کو کبھی کوئی غلط مشورہ نہیں دیا اور اس کے گواہ شاید خود آپ ہیں۔ آپ کی بجٹ تقریر بہت اچھی تھی، پچھلے سال، اس سے بھی بہتر تھی اور اس تقریر کے نتیجے میں ہمیں آپ سے بہت سی توقعات بھی تھیں۔ آپ نے بڑی اچھی باتیں کیں اور جو gray areas ہیں، ان کو accept کیا۔ آپ نے accept کیا کہ ہم اور حکومتیں فضول خرچ ہیں۔ آپ نے یہ accept کیا کہ کرپشن ہو رہی ہے۔ آپ نے مانا کہ مختلف ادارے ڈوب رہے ہیں اور ہم ان میں سرمایہ کاری کر رہے ہیں۔ آپ نے تقریر سے ہٹ کر یہاں تک کہہ دیا کہ defence budget کا احتساب بھی ہونا چاہیے لیکن جناب چیئرمین! ان کی نیت اچھی لگ رہی ہے، انہوں نے بڑی پیاری باتیں کی ہیں لیکن مجھے ان کی بجٹ تقریر میں یہ نظر نہیں آیا کہ ان اچھی باتوں پر کیسے عملدرآمد کریں گے۔ ان کا ایک سال گزر گیا ہے، ممکن ہے ایک بجٹ اور پیش کریں، ہم کوشش کریں گے کہ یہی پیش کریں لیکن مجھے اس بجٹ میں نظر نہیں آیا کہ یہ کرپشن کیسے ختم کریں گے۔ مجھے نظر نہیں آیا کہ defence budget کا احتساب کیسے کریں گے۔ مجھے ایسی کوئی تجویز نظر نہیں آئی کہ ہماری

administration and bureaucracy کے جو اخراجات یا اللّے تللّے ہیں، ان میں کس طرح کمی آئے گی۔

جناب چیئرمین! حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک میں civil, military or judiciary کا جو خرچ ہے، Annual Development Programme اور جتنی بھی purchases ہوتی ہیں، ان میں سے پچاس فیصد کرپشن کی نظر ہو جاتا ہے۔ میں یہ نہایت ہی محتاط اندازے سے کہہ رہا ہوں۔ میں صوبائی اسمبلی کی ایک کمیٹی کا Chair Person تھا۔ میں نے investigate اور prove کیا تھا کہ ہمارے Annual Development Programme کا بیالیس فیصد کرپشن کی نظر ہو جاتا ہے اور جتنا بڑا پروگرام ہوتا ہے، اتنی ہی زیادہ کرپشن ہوتی ہے۔ ہمارے تمام محکمے پیسے لیے بغیر کام نہیں کرتے۔ جناب چیئرمین! ہماری جتنی بھی خریداری ہوتی ہے، وہ دفاعی نوعیت یا غیر دفاعی نوعیت کی ہوں یا ہیلی کاپٹر، ائر کنڈیشنرز اور گاڑیاں ہوں، ان کی قیمت اگر open market میں پوچھی جائے تو وہ بہت کم ہو گی۔ یہاں تک کے کاغذ، پنسل اور دواؤں کی خریداری میں بھی کرپشن کی جاتی ہے، اس کی کوالٹی کم کی جاتی ہے اور یہ سب اپنا حق سمجھتے ہیں۔ پھر ان پیسوں سے حج، عمرے اور میلاد کے پروگرام کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین! بجٹ میں کہا گیا تھا کہ دفاعی بجٹ کو چار کھرب، انچاس ارب کے قریب رکھا گیا ہے لیکن اگر اصل دفاعی بجٹ لیا جائے تو اس میں development programme کے الگ پیسے ہیں اور civil budget میں جو پنشن آتی ہے، اس میں سے بڑا حصہ فوجی بھائیوں کو جاتا ہے، ان کا حق بھی ہے، انہوں نے پنشن لینی ہے۔ اس کے علاوہ ہماری جو Civil Armed Services, Frontier Corps, Levies and Rangers جیسے ادارے بھی Defence کی طرح سے purchases کر رہے ہیں، اسلحہ، یونیفارم، جیکٹیں وغیرہ خریدتے ہیں۔ اب تو ہماری پولیس پر بھی دہشت گردی کی وجہ سے اربوں روپے خرچ ہوتے ہیں۔ جناب چیئرمین! دیکھا جائے تو ہمارا defence کا خرچ پانچ کھرب سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔

جناب چیئرمین: کلثوم صاحبہ، پلیز ذرا توجہ دیجیے۔ حیدری صاحب، آپ بھی ذرا پلیز۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب چیئرمین! جس کرپشن کا ذکر کیا جاتا ہے، جو پچاس فیصد کرپشن ہو رہی ہے، اگر اس میں صرف دس فیصد کمی لائی جائے تو ہمارے پاس تقریباً ڈیڑھ کھرب روپے

فالتو بچ جاتے ہیں اور ہم یہ سارے پیسے اپنی فوج کو دہشت گردی کے خلاف لڑائی اور دفاع کے لیے دے سکتے ہیں۔ کرپشن میں یہ دس فیصد کمی civil and defence کے تمام محکموں میں ہونی چاہیے اور یہ ہو سکتی ہے۔ میں کرپشن میں پچاس فیصد کمی کا نہیں کہہ رہا کیونکہ اس کے لیے آپ کو بہت سے اچھے لوگ چاہیے ہوں گے، ہمیں افسوس ہے، وہ ہمارے پاس نہیں ہیں۔ اچھے لوگ ہیں لیکن ان کی تعداد کم ہے۔

جناب چیئرمین! اگر ہم کرپشن میں کمی کر دیں تو ہمیں کوئی نیا ٹیکس لگانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اگر ہم کرپشن میں کمی کر دیں تو شاید باہر سے مدد لینے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی بلکہ ہم IMF وغیرہ سے لیے ہوئے قرض واپس بھی کر سکتے ہیں۔ جناب چیئرمین! اگر ہم کرپشن میں مکمل کمی نہیں کر سکتے تو اس سال کو anti corruption کا سال منایا جائے اور کوشش کی جائے کہ ہر محکمے میں کرپشن میں کمی ہو۔ ہمارے ہاں ایک دہشت گردی اور دوسرا کرپشن، دو بڑے ناسور ہیں جو ہمیں اندر سے کھوکھلا کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! privatization کے متعلق کہا ہے کہ حکومتیں کاروبار نہیں کرتیں، یہ بات بالکل صحیح ہے۔ تمام ادارے جو Civil Establishment and Civil Bureaucracy چلا رہی ہے اور ہم سالانہ اربوں روپے کا نقصان کر رہے ہیں۔ جناب چیئرمین! آپ نے اگر privatize کرنا ہے تو جلدی کیجیے۔ ہر سال اربوں روپے کا نقصان کرنے کے بعد یہ کہا جاتا ہے کہ ہم نے ریلوے، پی آئی اے، سٹیل ملز اور دوسرے اداروں کی privatization کرنی ہے۔ ہم اپنی افواج پر تنقید کرتے ہیں، ہم نے گزشتہ ساٹھ سال اپنی فوج پر تنقید کی ہے لیکن پچھلے تین سال سے ANP دہشت گردی کے خلاف پاکستان کی فوج کے شانہ بشانہ کھڑی ہو کر جنگ لڑ رہی ہے۔ ان کے اگر پانچ ہزار لوگ شہید ہوئے ہیں تو ہماری پارٹی نے بھی ایک ہزار شہادتیں دی ہیں، اس کے علاوہ عوام کے بھی تیس ہزار کے قریب لوگ شہید ہوئے ہیں۔ ہم دہشت گردی کے خلاف اپنی افواج کے ساتھ کھڑے ہیں۔ ہمیں یہ اچھا نہیں لگتا کہ کوئی ہماری افواج پر تنقید کرے لیکن اس کے لیے ایک شرط ہے کہ فوج کو صرف فوج رہنا چاہیے۔ جس طرح میں چاہتا ہوں کہ civil ادارے کاروبار نہ کریں کیونکہ کاروبار کرنا حکومت کا کام نہیں ہے اس لیے ہماری فوج کا بھی یہ کام ہے کہ وہ کاروبار نہ کرے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ فوج شادی ہال بنا رہی ہے، بینک چلا رہی ہے اس کے علاوہ فوج نے بہت سے commercial buildings، cement، stadiums commercial purposes کے لیے develop کیے ہیں۔ فوج pharmaceutical کا کاروبار کر رہی ہے۔

جناب چیئرمین! ہم چاہتے ہیں کہ ہماری فوج دنیا میں سب سے بہترین فوج ہو جو ہماری حفاظت کرے۔ ہماری فوج صرف وہ کام کرے جو ہمارے defence and protection کے لیے ہیں۔ ہماری فوج دہشت گردی کے خلاف شہادتیں دے رہی ہے، ہمیں فوج عزیز ہے کیونکہ اگر فوج نہ ہو گی تو مغربی اور مشرقی سرحدوں پر ہماری حفاظت کون کرے گا لیکن جس طرح in principal یہ کہتے ہیں کہ Establishment اور حکومت کو کاروبار نہیں کرنا چاہیے، فوج کو بھی نہیں کرنا چاہیے بلکہ فوج کے جو بھی ادارے ہیں، جن میں کاروبار کیا جاتا ہے، جو بینک ہیں، ان میں serving staff withdraw کر لیا جائے۔ ریٹائر فوجیوں کا حق ہے کہ وہ عام شہریوں کی حیثیت سے جو کاروبار بھی کرنا چاہیں، کریں۔ اس پر کوئی پابندی نہیں ہے لیکن فوج کی دیکھا دیکھی Police Foundation بھی بن گئی ہے اور دوسرے اداروں نے بھی یہ کام شروع کر دیا ہے۔

جناب چیئرمین! ہم چاہتے ہیں کہ ہماری دفاع صلاحیتیں ہمارے دفاع پر concentrate کریں۔ اگر وہ یہ فیصلہ کریں تو ہم وزیر خزانہ سے in advance کہیں گے کہ ان کو اسلحہ، ہوائی جہازوں، ٹینکوں، گولیوں اور بندوقوں کے لیے جتنا پیسا چاہیے، دے دیں لیکن شرط یہ ہے کہ فوج صرف فوج کی حد تک اور اپنے professional کام کے لیے رہے تا کہ ہم دنیا سے کہہ سکیں کہ ہماری فوج professional فوج ہے، ایک قومی فوج ہے اور اس کا کام اپنے ملک کی زمین اور سرحدوں کی حفاظت کرنا ہے، سیاسی سرحدوں اور نظریاتی سرحدوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! جب فوج اور defence کے حوالے سے بات آتی ہے تو ہم 63 ,60 سالوں سے ایک مشرقی سرحد پر لڑ رہے تھے اور اب ہماری مغربی سرحدیں بھی گرم ہو گئی ہیں۔ ہماری فوج ایسے لوگوں سے لڑ رہی ہے، ہمیں پتا نہیں ہے کہ ان کا چہرہ اور رنگ کیا ہے، وہ میرے جیسا لباس پہنتا ہے، میرے جیسی زبان بولتا ہے، میرے اندر ہوتا ہے، میری مساجد میں ہوتا ہے، میرے مدرسوں میں ہوتا ہے، میرے بازاروں میں ہوتا ہے، میرے سکولوں میں ہوتا ہے اور دھماکے کرتا ہے۔

جناب چیئرمین! عقلمندی کا تقاضا ہے کہ ہم نے ہندوستان سے بڑی جنگیں لڑیں ہیں، ان جنگوں کا کیا حشر ہوا ہے، یہ بھی ایک تاریخ کا حصہ ہے، کیا possible نہیں ہو سکتا ہے کہ ہم ایک طرف سے مطمئن ہو کر دہشت گردوں کے خلاف ایک زبردست جنگ لڑیں۔ ہمارے لوگ ہم پر pressure ڈالتے ہیں، ان کو چاہیے کہ وہ ہندوستان پر بھی pressure ڈالیں اور ہندوستان بھی یہ اعلان کرے کہ آئندہ 30 سالوں تک پاکستان سے جنگ نہیں کریں گے اور پاکستان بھی یہ اعلان کرے اور دونوں کے

درمیان ایک no war pact ہونا چاہیے تا کہ ہم دہشت گردی کے خلاف بھرپور طریقے سے جنگ لڑیں۔ میں آپ سے کہتا ہوں کہ اگر ہندوستان اس غلط فہمی میں ہے کہ ہم جو جنگ لڑ رہے ہیں، یہ جنگ صرف ہمارا مسئلہ ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ وہ غلطی پر ہے کیونکہ دہشت گردی کے خلاف جنگ ساری دنیا کا مسئلہ ہے۔ خدانخواستہ میرے عوام اور میری فوج یہ جنگ ہار جاتی ہے تو یہ جنگ Mumbai, Dehli اور کلکتہ تک جائے گی، اس کو کوئی نہیں روک سکے گا، میں تو تحفظ کی ایک front دیوار ہوں، ہندوستان اور دوسرے ملکوں کو بھی میری مدد کرنی چاہیے، بجائے اس کے مجھ پر، میری فوج اور ایجنسیوں پر تنقید کی جائے۔

جناب چیئرمین! Provincial Autonomy کا مسئلہ 18th Amendment میں کافی حد تک حل ہوا ہے اور ہمارا یہ خیال تھا کہ اس کے بعد Implementation Commission بنا ہے اور جس طرح اب تک 10 divisions and ministries devolve کر کے صوبوں کو دی گئی ہیں، باقی بھی 30 جون تک مل جائیں گی۔ ان کے assets بھی دیے گئے ہیں لیکن مجھے دکھ سے کہنا پڑتا Public Sector Development Programme میں صرف 15 ministries ختم ہونے سے تقریباً 23 ارب روپے کی saving ہوئی ہے جو کہ پچھلے سال 23 ارب روپے اس پر خرچ کئے گئے تھے۔ چاہیے یہ تھا کہ جب آپ کے محکموں کی یہ ذمہ داریاں صوبوں کو دیتے ہیں تو یہ 23 ارب روپے بھی صوبوں کو transfer کرتے لیکن ایسا نہیں ہوا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج بہت سارے سرکاری ملازمین جن کا تعلق وفاق سے تھا، وہ پریشان ہیں۔ صوبوں کے پاس اتنا پیسا نہیں ہے لہذا جو یہ saving ہوئی ہے، وہ صوبوں کے حوالے کردینی چاہیے تھی۔ میں جب Annual Development Programme دیکھتا ہوں کہ ان تمام ministries and divisions کے سامنے پیسا zero لکھا ہوتا ہے، اس کی sizing کے لیے کوئی پیسا نہیں ہے لیکن جس پیسے کی saving ہوئی ہے، وہ پیسا کدھر گیا ہے۔ 18th Amendment, National Finance Commission کے بعد آئی ہے، وہ National Finance Commission بعد میں آتا اور 18th Amendment پہلے ہوتی تو ہم 56% صوبوں کو نہ دیتے، ہم صوبوں کو 66% دیتے کیونکہ 18th Amendment بعد میں آئی ہے اور National Finance Commission پہلے ہوا ہے۔ ہمارے کچھ ساتھی جس میں وزیر خزانہ اور یہاں اس ایوان میں بیٹھے ہوئے ساتھیوں کے بیانات آئے ہیں کہ ہم نے صوبوں کو 300 ارب روپے سے زیادہ دے دیا ہے، اب صوبے جانیں اور صوبوں کا کام جانے۔ جناب چیئرمین ! صوبوں کو جو کچھ ملا

ہے، وہ 18th Amendment سے پہلے آئین تھا، اس National Finance Commission Award کے تحت ملا ہے، اس موجودہ amended آئین کے تحت نہیں ملا ہے اور یہ صوبوں کا حق بنتا ہے اور صوبوں کو دینا چاہیے۔

جناب چیئرمین! ہماری مشکلیں ہیں کہ Annual Development Programme میں جناب وزیر خزانہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے بڑا توازن رکھا ہے اور سب کو برابر کا حصہ دیا ہے تو میرے صوبے کے ساتھ بڑی زیادتی ہوئی ہے۔ میرے صوبے کے بہت سے projects جن کو Annual Development Programme میں ہونا چاہیے تھا، وہ غائب کر دیے گئے جو پچھلے سال تھے اور جو programme میں رکھے گئے ہیں، ان کے لیے بڑی کم رقم رکھی گئی ہے۔ مثلاً میں چند ایک کی طرف اشارہ کرتا ہوں اور چند کے متعلق بتاتا ہوں کہ باڑہ ڈیم کا project ہے، یہ 14208 million rupees کا project ہے جو گزشتہ سال گزرا ہے، اس دوران اس کے لیے ایک پیسا نہیں دیا گیا اور اگلے سال کے لیے صرف 100 million rupees یعنی 10 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب چیئرمین! اب 10 کروڑ روپے سے یہ project کیسے بنے گا؟ یہ باڑہ ڈیم project بڑا ضروری ہے۔ اسی طرح چشمہ رائٹ بینک کینال پچھلے سال بڑا شور تھا، وزیر اعظم صاحب پشاور تشریف لائے اور انہوں نے اعلان کیا اور یہ 62ارب روپے کا project تھا، Planning Commission اپنے document سے کئی مرتبہ غائب کرتا رہا۔ بہرحال وزیر اعظم صاحب کی مہربانی سے اس کو پچھلے سال شامل کیا گیا اور 62 ارب روپے کے project کے لیے 40 کروڑ روپے رکھے گئے لیکن گزشتہ سال ایک پیسا نہیں دیا گیا اور اس سال جو کمال کیا گیا ہے، وہ 40 کروڑ کو کم کر کے صرف 10 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ جناب چیئرمین! اب ہمیں 62 ارب روپے کے project کو بنانے کے لیے 62 سال انتظار کرنا پڑے گا۔

جناب چیئرمین! اب Supreme Court نے اپنی report میں کہہ دیا ہے کہ اگر منڈا ڈیم ہوتا تو چارسدہ، نوشہرہ، پشاور اور مردان کے علاقے سیلاب سے اتنے تباہ نہ ہوتے اور پھر اس پانی سے پنجاب اور سندھ کے علاقے خراب نہ ہوتے لیکن مجھے سمجھ نہیں آرہی اس منڈا ڈیم سے جناب وزیر خزانہ اور Planning Commission (ان کے افسران یہاں پر نہیں بیٹھے ہوئے) والوں کو کیا ضد ہے کہ اس کے لیے ایک پیسا بھی نہیں رکھا گیا۔ یہ منڈا ڈیم مہمند ایجنسی میں بنے گا، اگر یہ بن جاتا، ایک تو پانی store ہوتا اور ہماری زمینوں کو پانی ملتا، دوسرا اس سے بجلی پیدا ہو سکتی ہے اور سب سے بڑی بات ہے کہ سیلاب کے دنوں میں چارسدہ، نوشہرہ کی تباہی ہوئی ہے، پشاور اور مردان کے علاقے تباہ ہوئے ہیں،

یہ تباہ نہ ہوتے۔ اس کی تباہی کے اثرات پنجاب اور سندھ تک گئے ہیں، وہ نہ ہوتے تو منڈا ڈیم کے لیے کوئی پیسے نہیں رکھے گئے۔ آپ نے جو Finance Committee بنائی ہوئی ہے جس پر ایک dictator بیٹھا ہوا ہے، اس نے ہماری اس تجویز پر غور نہیں کیا۔

جناب چیئرمین! اس کے علاوہ دربند ڈیم ڈیرہ اسمٰعیل خان کا ڈیم ہے، اس کے لیے پچھلے سال کوئی پیسے نہیں رکھے گئے اور اس سال 2750 million کے ڈیم کے لیے صرف 5 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ کئی سالوں سے Annual Development Programme میں یہ چیزیں آتی ہیں اور اس کے لیے 4 ,2 کروڑ روپے رکھے جاتے ہیں جو دیتے ہیں۔ جناب چیئرمین! اگر آپ ہمارے ہاں چھوٹے چھوٹے dams بنائیں تو ہم 44000 megawatt بجلی پیدا کر سکتے ہیں اور hydro electricity پانی سے بجلی بنانا، دنیا کی سب سے سستی بجلی ہے اور environment friendly ہے لیکن داسو، لوائی، خیال خوڑ، چپور نالہ اور اسپا کڈا hydro projects کے لیے جو رقوم رکھی گئی ہیں، کسی میں ایک کروڑ، کسی میں 50 لاکھ، کسی میں 10 لاکھ رکھے گئے ہیں۔ آخر یہ کیا مذاق ہے؟ آیا آپ hydro electricity میں serious ہیں، ملک energy crisis میں ہے، load shedding ہوتی ہے، ہمارے کارخانے بند رہتے ہیں، ہم لمبے لمبے projects بناتے ہیں۔ ٹھیک ہے آپ نے بھاشا ڈیم کے لیے پیسے رکھے ہیں، بھاشا ڈیم کے لیے 7 ,6 سال انتظار کرنا پڑے گا، یہ تو چھوٹے چھوٹے projects ہیں، یہ 3, ,2 سالوں میں مکمل ہو سکتے ہیں اور یہ آپ کو return بھی دے سکتے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ جو مالا کنڈ 2 project شروع ہوا ہے، وہ آج بجلی دے رہا ہے اور وہ بڑی سستی بجلی دے رہا ہے۔

جناب چیئرمین! تربیلا ڈیم کی expansion اور صفائی کے لیے feasibility تیار ہے اور یہ feasibility کئی سالوں سے تیار ہے اور اس وقت سے تیار ہے جب شمس الملک WAPDA کے چیئرمین تھے، اگر اس وقت اس پر کام کرتے تو کم پیسوں سے کام ہوتا، اب تقریباً 80 ارب روپے کی ضرورت ہے۔ جناب چیئرمین صاحب! آپ کو خوشی ہو گی کہ ہمارے سخی وزیر خزانہ صاحب نے اس سال ہمیں دینے کے لیے ایک پیسا بھی نہیں رکھا۔ ایک طرف کہتے ہیں کہ ہم تو expansion کر رہے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے dams اچھے ہوں، ہمارے dams میں زیادہ پانی جمع ہو، زیادہ بجلی پیدا ہو تو کیا آپ اس کو پیسے نہیں دیں گے۔ آپ گاڑیوں کو پیسے دیں گے، محلات کو پیسے دیں گے، وزراء، وزیر اعظم اور ملک کے چار وزراء اعلیٰ کے اخراجات بڑھتے جا رہے ہیں، ان کی گاڑیوں کے کارواں لمبے ہو جاتے رہے ہیں لیکن تربیلا ڈیم کی expansion کے لیے ہمارے پاس ایک پیسا بھی نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! میں ایک اور بات کروں گا کہ حکومت دو تین سال سے کہہ رہی ہے کہ انرجی سیور لگائیں بلکہ پچھلے سال تو کہا گیا کہ ہم مفت دیں گے مگر وہ تو ہمیں نہیں ملے۔ انرجی سیور کا ایک کارخانہ Philips والوں نے لگایا تھا لیکن جب آپ نے imported energy saver کو وہ تمام سہولتیں دیں جو کہ آپ local made کو دیتے ہیں تو نتیجتاً Philips والوں نے وہ کارخانہ 2009-10 میں بند کر دیا۔ آج انڈیا میں Philips والوں نے دو heavy capacity کے کارخانے لگائے ہیں۔ اتفاق سے میرے صوبے میں چار کارخانے ہیں جو انرجی سیور بناتے ہیں۔ ہمارے ہاں تو رجحان ہے کہ imported مال بازار میں ملے تو پاکستانی مال کوئی نہیں خریدتا۔ اب مجھے لگتا ہے کہ وہ چاروں کارخانے اس لیے بند ہو جائیں گے کہ لوکل کارخانے جو کہ مختلف crises کے بعد production کرتے ہیں، کبھی بجلی نہیں ہوتی تو کبھی گیس نہیں ہوتی اور کبھی دہشتگردی کا خطرہ ہوتا ہے، ان کو imported کے مقابلے میں کوئی اور سہولت نہیں ہے۔ اگر یہ کہتے ہیں کہ انرجی سیور استعمال کریں تو ملک میں انرجی سیور کے زیادہ کارخانے ہونے چاہئیں اور ان کارخانوں کو encourage کرنا چاہیے۔

جناب چیئرمین! ہمیں بتائیں کہ جن اداروں کو آپ privatize کرنا چاہتے ہیں وہ کب کریں گے۔ ہم تو تین سال سے یہی سن رہے ہیں اور اس سے پہلے 8سال سے سن رہے تھے کہ privatize کیا جائے گا۔ میں اس موقع پر ایک اور بات کہنا چاہتا ہوں کہ Defence کے تحت جتنے کمرشل ادارے اور banks ہیں ان کے premiums اور منافع کہاں جاتے ہیں۔ کیا یہ Defence کے بجٹ میں جاتے ہیں؟ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ وہ بڑے efficient ہیں، بڑے فعال ہیں، منافع دے رہے ہیں تو ہمیں بجٹ کے کسی صفحے میں پتا چلنا چاہیے۔ آپ لوگوں کو بڑے بڑے stadiums دیتے ہیں ان سے جو premium income ہوتی ہے، green belts پر CNG اور petrol pumps بنتے ہیں۔ ان کے premiums ہمارے Defence کے بجٹ میں کہاں ظاہر ہوتے ہیں اور ان کا منافع کدھر جاتا ہے؟ مجھے اپنے بجٹ میں تو یہ چیز نظر نہیں آئی، یقیناً وزیر خزانہ صاحب بتائیں گے۔

جناب والا! ایک اور چیز کہ لسانی بنیاد پر ہمارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ بسوں، ٹرکوں اور ٹیکسیوں کا کاروبار پختون کرتا ہے، کراچی سے لے کر پشاور تک اور کوئٹہ سے لے کر سکھر اور تمام علاقوں میں بلوچستان کا پختون ہے یا خیبر پختونخوا کا پختون ہے یا فاٹا کا پختون ہے۔ ایک لسانی گروہ کو خوش کرنے کے لیے جو کہ کراچی کی سڑکوں پر ہماری گاڑیوں کو جلاتے ہیں، اقتصادی طور پر نقصان پہنچانے کے لیے ان پر sales tax 16% لگا دیا گیا ہے۔ ایک طرف تو آپ

concessions دے رہے ہیں، regulatory duties ختم کر رہے ہیں اور دوسری طرف آپ پختونوں کے کاروبار پر صرف اس لیے 16% sales tax لگا رہے ہیں کہ آپ کا کوئی اتحادی آپ سے خوش ہو جائے۔ آج وہاں پختون خوفزدہ ہیں، وہ کراچی میں چوکیداری کے لیے جاتے ہیں، کارخانوں میں کام کرنے کے لیے جاتے ہیں، ان کو بھگایا جا رہا ہے، انہیں قتل کیا جا رہا ہے۔ میرے پاس details ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ وزیر خزانہ صاحب کی طرف سے جو زیادتی ہو رہی ہے اس پر ہمیں بہت دکھ ہے۔

جناب چیئرمین! ہم وزیر خزانہ صاحب کے مشکور ہیں کہ انہوں نے sales tax کو 17% سے کم کر کے 16% کیا ہے لیکن پچھلے سال انہوں نے ہم سے 15% کا وعدہ کیا تھا۔ آپ ریکارڈ اٹھا کر دیکھ لیں جب ہم نے آپ کو support کیا تھا تو آپ نے 15% کا وعدہ کیا تھا۔ آپ سے استدعا ہے کہ اسے 15% کریں۔ ہم چاہتے ہیں کہ tax base بڑھے لیکن دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ اس پورے بجٹ document میں agriculture سے جو آمدن آتی ہے اس پر کسی قسم کے ٹیکس کی بات نہیں کی گئی اور آئین کے اس article کا فائدہ اٹھایا جا رہا ہے کہ agriculture صوبائی subject ہے۔ بہت سے صوبائی ٹیکس فیڈرل گورنمنٹ جمع کرتی ہے، جیسا کہ services پر sales tax ہے۔ آج میں پڑھ رہا تھا کہ کچھ صوبوں نے مزید کچھ ٹیکسوں کے متعلق کہا کہ ہمارے پاس وہ سہولت نہیں ہے، وفاق جمع کرے اور ایک فیصد کمیشن لے۔ مجھے بڑے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ Council of Common Interest کی میٹنگ میں کسی بھی وزیر اعلیٰ بشمول میرے صوبے کے وزیر اعلیٰ نے اور وزیر اعظم صاحب نے agriculture income پر ٹیکس کا نہیں سوچا اور قوم کو کوئی نیا راستہ نہیں دکھایا۔ آخر یہ کیا ہو رہا ہے؟ ایک آدمی کی 25 ہزار روپے income ہے وہ تو ٹیکس دیتا ہے اور 25 کروڑ روپے income والے پر ٹیکس نہیں ہے۔ آپ نے کہا کہ ساڑھے تین لاکھ روپے income والے پر ٹیکس نہیں لگے گا لیکن یہ صرف سرکاری ملازمین کے لیے ہے، جو کاروبار کرتا ہے اس کے لیے clear نہیں ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالحفیظ شیخ (وفاقی وزیر خزانہ): سب پر ہے۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: اگر سب پر ہے تو بڑی مہربانی ہے لیکن اس میں بھی ایک چال ہے وہ یہ ہے کہ اگر وہ سال میں ساڑھے تین لاکھ روپے کما رہا ہے تو وہ ٹیکس نہیں دے گا لیکن اگر وہ تین لاکھ اکاون ہزار روپے کما رہا ہے تو 1.5% تین لاکھ اکاون ہزار پر پورا دے گا۔ انصاف تو یہ ہونا چاہیے کہ

پہلے ساڑھے تین لاکھ پر زیرو ہو اور اس کے بعد جو اس کی آمدن ہو اس پر ٹیکس لگے یعنی اگر میں تین لاکھ اکاون ہزار کما رہا ہوں تو میں total income 1.5% دوں گا اگر میری آمدن تین لاکھ پچاس ہزار ہے تو معاف ہوں۔ جناب عالی! پھر تو میں یہی کہوں گا کہ میں نے ایک ہزار روپے نہیں لینا۔ میں وزیر خزانہ صاحب سے کہنا چاہتا ہوں کہ یہ abnormal سی بات ہے کہ ساڑھے تین لاکھ والے کو تو معاف ہے اور تین لاکھ اکاون، باون اور پچپن والے پر ٹیکس ہے۔ یہ بہت زیادتی ہے۔

جناب چیئرمین! انہوں نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ general sales tax کھانے پینے کی اشیاء پر نہیں ہو گا، medicines پر نہیں ہو گا، stationary اور تعلیمی کتب پر نہیں ہو گا لیکن جب ہم detail میں گئے ہیں تو پتا چلا ہے کہ بہت سی کھانے پینے کی چیزیں جو packed ہیں اور جو zero rated ہیں، ان پر آپ نے ٹیکس لگایا ہے، اگر یہ غلط ہے تو آپ اس کی وضاحت کریں کیونکہ آپ نے ہمارے ساتھ commitment کی تھی کہ ان پر ٹیکس نہیں ہو گا۔

جناب چیئرمین! جیسا کہ میں نے شروع میں عرض کیا کہ ان کی نیت تو بڑی اچھی لگتی ہے اور چونکہ یہ ہمارے ساتھی ہیں اس لیے ان کی نیت یقیناً صحیح ہے اور دوسرا یہ کہ یہ تازہ تازہ سیاست میں آئے ہیں، ابھی تک ان کی سوچ و فکر بڑی اچھی ہے اور اس میں کوئی ملاوٹ پیدا نہیں ہوئی ورنہ بعد میں شاید میری طرح اور حاجی غلام علی صاحب کی طرح ملاوٹ پیدا ہو جائے۔ اس پوری بجٹ تقریر میں اچھے خیالات کا اظہار ہے، نیک خواہشات کا اظہار ہے، بڑی مثبت باتیں کی گئی ہیں، بہت appreciation ہوئی ہے لیکن مجھے نظر نہیں آتا کہ آخر ان سب چیزوں پر عمل کیسے ہو گا۔ آپ نے وہ طریقہ کار نہیں دکھایا، آپ نے شہید ذوالفقار علی بھٹو صاحب کا ذکر کیا، شہید محترمہ بے نظیر صاحبہ کا ذکر کیا، بے نظیر انکم پروگرام کا ذکر کیا۔

جناب چیئرمین! میں آپ کے وساطت سے ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ خیبر پختونخوا میں ہم نے باچا خان روزگار اسکیم شروع کی، پچھلے سال ہم نے ایک ارب روپے رکھے تھے، اس سال اس کو دو ارب کیا گیا ہے، ہم پڑھے لکھے بچوں کو ایک لاکھ تک دیں گے، اسے بھی آپ اپنے حساب میں شامل کر لیں کہ ہم نے جو NFC سے پیسا حاصل کیا ہے اسے ہم misuse نہیں کر رہے ہیں لیکن ہمارا پھر بھی ایک گلہ ہے کہ نیشنل فنانس کمیشن، اس وقت کے خزانہ کے سیکریٹری صاحب بیٹھے ہیں، ہم نے پچھلے 15 سال کے واجبات کا تو فیصلہ کیا جو tribunal نے 2005 تک دیا تھا، 2005 سے لے کر اب تک کا جو ہمارا net hydle profit بنتا ہے وہ 6 ارب نہیں ہے، فیصلے میں 6 ارب منظور ہوا تھا، جو ہمیں اس سال

بھی پرانا ملا اور اگلے تین سالوں میں مزید ملے گا لیکن 2006 سے 2011 تک اور اب 2012 آرہا ہے، اس کے متعلق ہمارا بجٹ خاموش ہے، جب ہم واپڈا سے پوچھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ آپ کو 6 ارب ملے گا۔ اس technical committee کا دوسال سے اجلاس نہیں ہوا ہے اور پھر tribunal نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ ہمارا جو 110 ارب روپیہ تھا وہ جتنا دیر سے ادا کیا جا رہا ہے اس پر 10% کے حساب سے منافع بھی دینا ہے، اس منافع کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی وساطت سے وزیر خزانہ صاحب کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ہمارے ہاں بجلی میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے، مہربانی کر کے ہمارے بقایاجات دیں جو کہ آپ کے ذمہ ہیں اور یہ کہہ دینا کہ کہاں سے دیں، تو جناب ایک موٹر کم استعمال کر لیں، ایک پنکھا کم استعمال کر لیں، آج کل تو دفاتر میں بڑے بڑے T.V لگے ہوئے ہیں، اتنے بڑے بڑے T.V تو ہمارے گھروں میں بھی نہیں ہیں۔ ہر دفتر میں بشمول چیئرمین صاحب آپ کے، چونکہ آپ کے بجٹ پر تو ہم بات ہی نہیں کر سکتے، ایک ٹی وی کم کر دیں، 12 انچ کا رکھ لیں، آپ نے خبر ہی لینی ہے اور وہ پیسے جو ہمارے خیبر پختونخوا کے بقایاجات ہیں، وہ ہمیں دیں۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ جی بابر صاحب۔

سینیٹر بابر خان غوری: جناب چیئرمین! میں آپ کے توسط سے پاکستانی قوم کو ایک خوشخبری دینا چاہتا ہوں۔ ہمارے چار پاکستانیوں کو بحری قزاقوں نے اغوا کر لیا تھا۔ جب ہماری زندہ دل پاکستانی قوم کو پتا چلا، ظاہر ہے گورنمنٹ تاوان ادا نہیں کرتی، لوگوں نے اپنے طور پر بیواؤں، یتیموں اور ہر آدمی نے اپنی بساط کے مطابق جس کی جو حیثیت تھی، کسی نے سو روپے دیے، کسی نے ہزار اور کسی نے لاکھ۔ دبئی میں جو پاکستانی کاروباری حضرات تھے، انہوں نے بھی اس میں funding کی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس میں چھ Indian شہری تھے، چار پاکستانی تھے، دس Egyptian اور ایک سری لنکن باشندہ تھا۔ انڈین نے عین وقت پر پیسے نہیں دیے جو انہوں نے وعدہ کیا تھا۔ ان کے پیسے بھی ہم پاکستانیوں نے ادا کیے ہیں صرف انسانیت کی بنیاد پر۔ آج وہ لوگ چھوٹ گئے ہیں اور جہاز عنقریب وہاں سے sail کرنے والا ہے، قزاق اتر کر چلے گئے ہیں، وہ عدن یا Egypt کی کسی بندرگاہ پر لگے گا۔ میں آپ کے توسط سے پوری پاکستانی قوم کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آج ہمارے وہ چار پاکستانی اور ان کے ساتھ دوسرے بے گناہ لوگ بھی ہم پاکستانیوں کی effort سے خصوصی طور پر گورنر سندھ، صدرِ پاکستان، انصار برنی صاحب اور پرائم منسٹر صاحب کی بھی کوششیں تھیں اور Egypt میں ہماری سفیر

صاحبہ، سب نے مل کر efforts کیں۔ اسی کے نتیجے میں پاکستانی باشندے رہا ہوئے، الحمدللہ۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب چیئرمین: جی زاہد صاحب! اسی مسئلے پر بات کریں گے آپ؟ اگر جلدی نہیں ہے تو رحمٰن ملک صاحب پہلے بات کرلیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب! میرا ایک پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

جناب چیئرمین: میں آپ کا پوائنٹ آف آرڈر لوں گا۔ پہلے رحمٰن ملک صاحب بات کرلیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب! میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے پٹرولیم سے متعلق۔

جناب چیئرمین: چلیں ٹھیک ہے کرلیں۔ دیکھیں آپ کو خود پتا ہے کہ پٹرولیم کے منسٹر نہیں ہیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: بہت شکریہ۔ چیئرمین صاحب! تقریباً ایک ڈیڑھ ہفتے سے پورے پاکستان میں، وہ لاہور ہو، سوات ہو، مردان ہو یا کراچی ہو، پیٹرول نہیں مل رہا ہے۔ عجیب سی بات ہے، پتا نہیں حکومت کس طرح چلا رہے ہیں، ایک ایڈوائزر بنایا ہے، وہ ایڈوائزر شاید اپنی مصروفیات کی وجہ سے ملک کے اندر موجود ہی نہیں۔ کوئی بھی سننے والا نہیں ہے، کوئی بھی بتانے والا نہیں ہے کہ پٹرولیم کا crisis کب ختم ہوگا۔ لوگوں کی لائنیں لگی ہوئی ہیں، آخر حکومت کسی کام کی ہے؟ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ بتایا جائے کہ اس قوم کا پرسان حال کون ہے؟ کیا اسی طرح معاملات چلیں گے جیسے ہم انہیں چلا رہے ہیں؟ کبھی ہمیں پٹرول نہیں ملتا، کبھی ہمیں روٹی نہیں ملتی اور کبھی ہمیں پانی نہیں ملتا۔ دونوں ایوانوں کے اجلاس چل رہے ہیں، حکومت کا کوئی بندہ آکر یہ بتائے کہ یہ مسئلہ کیسے بنا کہ ایک دم پٹرول short ہوگیا اور عوام کو نہیں مل پارہا۔ اس مسئلے کا حل کیا ہے یہ بھی بتایا جائے کیونکہ لوگ مشکلات کا شکار ہیں۔ میں نے دیکھا ہے چار چار بچوں کو ایک موٹر سائیکل پر بٹھایا ہوتا ہے اور دھکا دے کر لے جارہے ہوتے ہیں۔ یہ صورت حال کیوں ہے؟ اس کا جواب یا تو وزیرِ خزانہ دیں یا پھر وزیرِ داخلہ صاحب دیں کیونکہ باقی تو پٹرولیم منسٹر کا کچھ پتا نہیں۔

جناب چیئرمین: جی بہت شکریہ، آپ کا موقف آگیا ہے۔ رحمٰن ملک صاحب! پرسوں جو بات ہوئی تھی، آپ موجود نہیں تھے تو ایک تو سرفراز شاہ صاحب جن کی شہادت ہوئی، ان کے بارے میں ایوان کو بتائیے۔

Senator A. Rehman Malik(Federal Minister for Interior): Thank you Mr. Chairman. First of all, let me apologize I was not present here but I have cogent reasons that I was not here. I was busy in a few very important assignments. When I got the message, I immediately rushed here but unfortunately, the session was concluded.

باقی جناب! میں نے زندگی میں سیکھا ہے کہ دوستوں کی عزت کی جائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ دوست میری بھی عزت کریں گے۔ ورنہ foul language مجھے بھی بہت آتی ہے، بول سکتا ہوں اور بڑی ٹھیک ٹھاک بولتا ہوں۔ میں تو ایک ایسے profession میں رہا ہوں جہاں سب سے پہلے چیز ہی وہی سکھائی جاتی ہے۔ I hope my friends will take care in future when they speak some words. ایسی چیز ہمیں نہیں کرنی چاہیے جو ہمارے کسی دوست کا دل دکھائے۔

Sir, I got your instructions yesterday to provide security to a cameraman from Awaz TV. Sir, I have done it. He was here; he was summoned in Karachi for investigation. I ordered the I.G. Police, Sindh to provide full security to him which already has been provided.

As far as the matter of Sarfraz is concerned, it was 1:30 in the morning while I was in Karachi. This incident took place at about 6:30.

میں نے ٹی وی کھولا تو اس وقت میڈم عاصمہ جہانگیر بات کر رہی تھیں، ان کے الفاظ تھے کہ سیاستدان سوئے ہوئے ہیں اور کوئی ایکشن نہیں ہوا۔

Whereas, when I entered the Governor House, I called the D.G. Rangers, I said I would like these six people to be arrested immediately. Whatever the background is, that can be investigated

later but at the face of it nobody has a right to take somebody else's life, even he was a criminal or even he had committed any crime. This was for the court to decide as to what should be his fate. Sir, within that period, before 3:00 am

دو جو رینجرز کے main officers تھے، ان کو گرفتار کر کے پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔ But at the same time, I ordered a joint investigation, a JIT headed by a D.I.G. کیونکہ رینجرز ایکٹ، آرمی ایکٹ کی طرح ہے، اس میں اگر کوئی بندہ یونیفارم میں ایسا کوئی crime یا غلطی کرتا ہے تو اس کا trial اسی ایکٹ کے تحت ہوتا ہے، so, first of all, D.G. Rangers took these six people into custody under the Rangers Act. as far as the law was concerned, that اس کے بعد صبح ہونے تک یہ سارا معاملہ was actually taken. یعنی قانون کے مطابق ہمارا جتنا procedure تھا، وہ complete ہو چکا تھا۔ اس کے بعد یہ ثابت کرنا تھا کہ یہ بچہ کون ہے۔ پتا چل گیا۔ جس چوکیدار نے اس کو پکڑا تھا، وہ بھی معلوم ہو گیا۔

What I mean to say is that the action by the Government was taken in less than 12 hours. The same was presented before the Supreme Court. Now the matter is sub judice in the Supreme Court, therefore, I will not say much beyond that and let us see what decision comes from the Supreme Court. Basically, the team is investigating the matter.

آج بھی ان کو کورٹ میں پیش کیا گیا ہے and there is a judicial remand for two days for those six Ranger officials اور جو بھی اس کی final report آئے گی we will Insha-Allah inform the House.

جناب! تیسری بات، آج آئی ایٹ میں ایک blast ہوا ہے۔ میں سلام پیش کروں گا سیکورٹی گارڈ بشیر کو کہ جب suicide bomber نے گیٹ سے آگے جانے کی کوشش کی تو اس نے اس کو دبوچ لیا۔ The suicide bomber blew him up. اس واقعے میں چار لوگ زخمی ہوئے جو اپنی ابتدائی مرہم پٹی کے بعد have gone to their houses لیکن بدقسمتی سے ہمارا ایک غیور اور بہادر سیکورٹی گارڈ اپنی ڈیوٹی دیتے ہوئے جان کی بازی ہار گیا۔ میں چاہوں گا کہ ایوان کی طرف سے

اس کو tribute پیش کیا جائے کیونکہ ہماری قوم ان غیور اور بہادر لوگوں کی وجہ سے بچی ہوئی ہے ورنہ جو کافر ہیں، جو ملک کے دشمن ہیں، جو اسلام کے دشمن ہیں، وہ اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں کہ پاکستان کو destabilize کیا جائے۔ میں بڑی خوشی سے آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کا ہر سپاہی، فوج کا ہر افسر اور تمام فورسز، انشاء اللہ پوری کوشش کے ساتھ سر دھڑ کی بازی لگاتے ہوئے اس ملک کی حفاظت کریں گے۔ مجھے اپنی قوم اور اپنی پارلیمنٹ سے صرف یہ demand کرنی ہے کہ

let us give them the good hand. Let us give them the hand of unity. This is the time that nation wants their help. This is the time nation wants the backup and I hope my people, people of Pakistan, Parliament will give the same hand. That is my request because this is the time to save the country. After Usama's death, Al-Qaeda has declared Pakistan as enemy No.1.

تحریک طالبان پاکستان (TTP) جن کو میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے سب سے بڑے دشمن ہیں، کچھ proscribed organizations جن کے میرے پاس signatures بھی ہیں۔ Mr. Chairman, I request that I may be given a chance, I would like to brief in camera تاکہ یہ باتیں جو میں روز سنتا رہتا ہوں، آپ بھی سنتے ہیں، میڈیا میں آتی ہیں، I want to tell them as to what is happening. I would like to apprise the House as to what kind of aggression we are facing. میری request ہے کہ ان کا ابھی تک burial نہیں ہوا، اس کے بعد ان کے لیے فاتحہ کہی جا سکتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان کی بہادری کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو security guard Mr. Bashir نے کی ہے، اس کے لیے میں نے ستارہ شجاعت کا اعلان کیا ہے۔ میں ان کے گھر بھی جاؤں گا۔

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر اے رحمٰن ملک: اگر اس کے بچے ہیں تو انشاء اللہ تمام زندگی ان کی کفالت ہم خود کریں گے۔ اگر اس کا کوئی بچہ جوان ہوا یا بھائی تو اسے Ministry of Interior, FIA میں یا پولیس میں انشاء اللہ نوکری دوں گا۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی گل نصیب صاحب۔

سینیٹر مولانا گل نصیب خان: شکریہ جناب چیئرمین۔ کراچی کے واقعے کے بارے میں بہت ہی اچھی خبر دی گئی لیکن ایک گزارش ہے کہ suo moto action لینا حکومت کا کام ہوتا ہے اور عدالت کا کام یہ ہے کہ تحقیقات کے بعد اس پر سزا دی جائے۔ حکومت کہاں سوئی ہوئی تھی کہ عدالت suo moto action لیتی ہے۔ ہماری حکومت اور ہمارا ملک، عدالتی suo moto action سے چلے گا یا حکومتی suo moto action سے چلے گا؟

جناب چیئرمین: شکریہ۔ Babar Sahib, let's resume debate.

سینیٹر بابر خان غوری: جناب چیئرمین! چونکہ وزیر داخلہ نے ایک بات کہی ہے۔ جناب والا! پوری قوم اس وقت ہاتھ ملانے کو تیار ہے، کس سے ہاتھ ملائے؟ کیا focus ہے؟ ہم بار بار کہہ رہے ہیں، الطاف بھائی کئی مرتبہ اس issue پر کہہ چکے ہیں کہ پاکستان کو بچانا ہے، one point agenda پر ایک گول میز کانفرنس بلائیں اور حکومت proactive ہو اس سے پہلے کہ کوئی واقعہ ہو اور ہم اس کی تفصیلات بتائیں۔ ہمیں خود پہلے سے initiatives لینے چاہییں کہ ہم اپنے ملک کو کیسے دہشت گردی سے بچائیں؟ کیا اقدامات کریں؟ آج بھی Parliamentarians کی شکایتیں آتی ہیں کہ ان کے فون ٹیپ ہو رہے ہیں اور دہشت گرد آرام سے دہشت گردی کر رہے ہیں۔ ہمیں اپنا focus اس دہشت گردی کے خلاف کرنا چاہیے۔ ہم اس دہشت گردی کے خلاف آپ سے ہاتھ ملانے کی بات کر رہے ہیں، ہم آپ سے گلے ملنے کو تیار ہیں لیکن initiative ہونا چاہیے، تیاری ہو، گول میز کانفرنس بلائیں۔ ساری پارٹیاں تیار ہیں۔ دہشت گردی کے خلاف ایک ہونے کے لیے پورا پاکستان تیار ہے لیکن کوئی initiative تو ہونا چاہیے؟

جناب چیئرمین: جی صابر بلوچ صاحب! آپ speech کریں گے یا عباس صاحب! آپ پہلے تقریر کریں گے؟ جی صابر صاحب۔

سینیٹر صابر علی بلوچ: جناب چیئرمین! آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع دیا کہ میں اپنا موقف بیان کروں۔ جناب والا! جمہوریت پر اعتقاد اور جمہوری نظام کی مقصدیت سے لگاؤ رکھنے والوں کے لیے پارلیمنٹ ایک مقدس جگہ ہے جہاں اراکین، حکومت کی آراء سے اختلاف بھی رکھتے ہیں، اس سے اتفاق بھی کرتے ہیں اور ایک civilized طریقے سے یہاں debate ہوتی ہے۔ جناب والا! حالیہ بجٹ

اجلاس کے دوران اپوزیشن کا رویہ انتہائی افسوس ناک اور انتہائی غیر شائستہ رہا ہے، خاص کر PML(N) جس کی تاریخ ایسے غیر شائستہ، غیر جمہوری طریقوں سے بھری ہوئی ہے۔

جناب چیئرمین: بلوچ صاحب! آپ بجٹ پر speech کریں۔ میری درخواست ہو گی کہ بجٹ پر تقریر کریں۔

سینیٹر صابر علی بلوچ: جناب چیئرمین! میں بجٹ پر آرہا ہوں، so many things were discussed here. At least now we should be given the right to discuss the attitude of the Parliamentarians, which they are showing it here. اب یہ تو کوئی طریقہ کار نہیں ہے، وہ ہمارے دوست ہیں، وہ Parliamentarians ہیں، but they should know the responsibilities, وہ عوام کے نمائندے ہیں، بجٹ اجلاس ہے، ان کو چاہیے کہ وہ آکر اپنی viable suggestions دیں تاکہ حکومت ان پر عمل کر سکے، حکومت ان کو دیکھ سکے، ان کو revive کر سکے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایک چھوٹے سے issue پر سینیٹ میں حالانکہ we have nothing to do with that, ہم treasury benches کا اس بات سے تعلق ہی نہیں ہے لیکن اپوزیشن کے اندر، Mr. Chairman, the whole House knows, everybody knows کہ آپ اتنے lenient ہیں، آپ نے ذمہ داری سے، tolerance سے ان کی بات سنی، even today you are ready to listen to them, even today you want to negotiate with them لیکن وہ sabotage کرنا چاہتے ہیں۔ بات یہ نہیں ہے، وہ اس چیز کو جانتے ہیں اور آپ کی leniency کی تعریف کرتے ہیں، ہمارے سامنے کی ہے لیکن وہ اس بجٹ اجلاس کو sabotage کرنا چاہتے ہیں۔ یہ غیر شائستہ اور ethics کے خلاف ایک غیر جمہوری طریقہ کار ہے جو وہ اپنا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! اس سے پہلے بھی انہوں نے نومبر 1998 میں سپریم کورٹ پر بھی حملہ کیا تھا۔ تین جون کو جب قومی اسمبلی میں بجٹ پیش ہوا تو اس موقع پر جو ہلا گلا کیا گیا، انہوں نے وہاں پر جو طریقہ کار اپنایا، کیا وہ کوئی مہذب طریقہ کار ہے؟ کیا Parliamentarians اس طرح کرتے ہیں؟ پارلیمنٹ اب تو jeopardy میں ہے، یہ ان Parliamentarians کی وجہ سے ہے۔ میری ان سے استدعا ہے کہ they should behave like Parliamentarians, وہ آئیں۔ اگر یہاں کوئی اور چیئرمین ہوتا تو وہ کہتا کہ I have given the ruling, I have given the ruling,

آپ کی مرضی ہے بیٹھیں، آپ کی مرضی چلیں جائیں، but even thenجناب والا! میں آپ کو سلام پیش کرتا ہوں کہ you are so kind, so lenient اگر آپ جیسے شخص کی موجودگی میں بھی وہ یہاں نہیں بیٹھتے ہیں تو میں حیران ہوں کہ ان کا لائحہ عمل کیا ہوگا؟ جناب چیئرمین! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ وزیر خزانہ کے سامنے چوڑیاں پھینکنا، is this democracy? یہ کیا طریقہ کار ہے؟ یہ بہت افسوس ناک بات ہے۔

جناب والا! بجٹ آمدن اور اخراجات کے توازن کا نام ہے۔ آمدن کے ذرائع محدود ہوں اور اخراجات بہت زیادہ ہوں تو پھر یقیناً مشکلات ہوتی ہیں۔ بد قسمتی سے ہمارا معاشی نظام کبھی اتنا طاقتور اور sound نہیں رہا جس کی وجہ سے چھوٹے بڑے مسائل پیدا ہوتے ہیں، جیسے سیلاب کا مسئلہ آیا یا war on terror ہے، چونکہ ہمارا معاشی نظام اتنا مضبوط نہیں ہے تو ان آفات اور ان چیزوں کی وجہ سے economy اور زیادہ shattered ہو گئی ہے۔ اس کے باوجود کیونکہ یہ عوامی حکومت ہے، یہ نچلے طبقے کی حکومت ہے، یہ عام غریب کے ووٹ سے آئی ہے تو وہ ان تمام مسائل کو عوام کی طاقت اور مدد سے حل کر رہی ہے۔

جناب والا! کوئی ملک ٹیکس کے بغیر نہیں چل سکتا لیکن ٹیکس کا جو system ہے، ہر ملک کو چاہیے کہ وہ اپنے اپنے طریقہ کار، اپنے circumstances کے مطابق کرے۔ میری ایک تجویز ہے، بد قسمتی سے وزیر خزانہ صاحب یہاں موجود نہیں ہیں اور ان کی ٹیم بھی چلی گئی ہے، nobody is there, anyhow, مجھے تو کہنا پڑے گا اور میں کہوں گا کہ یہاں پاکستان میں work permit کا نظام رائج کیا جائے۔ جب تک کسی کے پاس work permit نہ ہو، اس کو نہ نوکری ملے اور نہ اسے کوئی کام کرنے دیا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آپ کو work permit ملے گا، اس وقت پاکستان میں کتنے غیر ملکی ہیں جو یہاں پر کام کر رہے ہیں اور یہاں کے مقامی لوگ بے روزگار ہیں۔ یہاں لاکھوں کے حساب سے بنگلہ دیشی ہیں، یہاں پر لاکھوں کے حساب سے افغانی موجود ہیں جو ہماری معیشت کے لیے بہت بڑا مسئلہ بنے ہوئے ہیں۔ جناب والا! یہاں ایک ایسا system رائج کریں کہ ہر شہری کو ٹیکس ادا کرنا پڑے، چاہے وہ مزدور ہے، چاہے وہ اینٹ بنانے والا ہو، اسے پچاس روپے دینے میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے۔ چاہے ایک mason ہو، اسے سو روپے ٹیکس دینے میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ every individual کو tax net میں لائیں۔ ڈاکٹر حضرات ہیں، ان میں medicine, surgery کے پروفیسر ہیں، ایک ڈاکٹر ایک دن میں کم از کم پچاس مریضوں کو دیکھتا ہے، وہ ایک دن میں دو

اڑھائی لاکھ کے قریب کماتا ہے لیکن وہ ٹیکس نہیں ادا کرتا ہے۔ آپ اس پر tax fix کریں۔ اسی طرح وکلاء حضرات ہیں، اب تو ایسے وکلاء بھی ہیں جو کہ سپریم کورٹ کے مقدمات کے لیے ڈالروں میں اپنی فیس مانگتے ہیں۔ بڑے بڑے وکلاء ہیں جو پچاس لاکھ، ایک کروڑ روپے سے کم کی بات نہیں کرتے۔ آپ ان پر tax fix کریں، چھوٹے طبقے پر tax fix کریں۔ آپ engineers پر tax fix کریں کہ آپ کو پچاس روپے دینے ہیں، سو روپے دینے ہیں یا لاکھ روپے دینے ہیں otherwise یہاں پر taxation کا نظام اس طرح نہیں چلے گا۔ آپ ان لوگوں کو work permit issue کریں بغیر work permit کے کسی کو بھی کسی قسم کی نہ نوکری ملے، نہ ہی کوئی کام ملے۔

جناب والا! میں آپ کے توسط سے ایک عرض کرتا ہوں کہ بڑے بڑے منصوبے بنائے جا رہے ہیں، اربوں روپے کے، trillions کے منصوبے بنائے جاتے ہیں۔ اتنے بڑے بڑے منصوبوں کی بجائے چھوٹے منصوبے بنائے جائیں۔ ہم جس علاقے میں رہتے ہیں، ہم ایران کے بارڈر پر ہیں وہاں پر ہم دیکھتے ہیں کہ ایران جہاں سے ہمیں بجلی آتی ہے وہاں پر چھوٹے چھوٹے علاقے ہیں، چھوٹے چھوٹے گاؤں ہیں۔ انہوں نے وہاں پر mobile electrification system کیا ہوا ہے۔ ٹرک آ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سو گھروں کا گاؤں ہے، ان سب کو بجلی مل جاتی ہے۔ وہ خراب ہوتی ہے تو اس کو دوسرے ٹرک سے replace کر دیتے ہیں۔ یہ سسٹم economic بھی ہے، viable بھی ہے اور آسان بھی ہے۔ ان کو ان چیزوں کو دیکھنا چاہیے۔ ان تمام چیزوں پر غور کرنا چاہیے۔

جناب والا! میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لیتا لیکن ایک بات ضرور کروں گا کہ چاہے economy ہو، چاہے سیاست ہو یا پاکستان میں کوئی چیز ہو یا پوری دنیا میں، بنیادی چیز یہاں کا سیاسی نظام ہے۔ اس سیاسی نظام کو ماضی میں غلط طریقے سے abuse کیا گیا کہ ہمارا system ہی shatter ہو گیا تھا لیکن مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میرے قائد جناب آصف علی زرداری صاحب نے جب سے اقتدار سنبھالا ہے انہوں نے بنیادی کام یہ کیا کہ وہ پاکستان کے political structure کو ایک سمت میں لے آئے ہیں۔ پاکستان کے سیاسی نظام کو انہوں نے تبدیل کیا۔ انہوں نے پارلیمنٹ کے تقدس کو بڑھایا، پارلیمنٹ کو عزت دی۔ اپنے تمام اختیارات پارلیمنٹ کے حوالے کر دیئے۔ وزیر اعظم کو powerful کیا، وزراء کو powerful کیا لیکن اب یہ دوسری بات ہے کہ اب وہ deliver کر سکتے ہیں یا نہیں کر سکتے. That is a different thing لیکن پاکستان کی سیاست کو ایک سمت میں لے آئے ہیں ۔ جناب آصف علی زرداری جو میری پارٹی کے چیئرمین ہیں، میں بڑا proud feel کرتا

It is a matter of pride for me and for the whole Peoples Party. ہوں،
اور پیپلز پارٹی کے عام کارکن کا کہ ہم ایک نئی سمت اور ایک نئی ڈگر پر چل رہے ہیں۔

جناب والا! میں آپ سے ایک عرض کروں، اب چونکہ Finance Minister Sahib یہاں نہیں ہیں میں ان کے گُن تو نہیں گاتا لیکن میں ایک چیز کہنا چاہتا ہوں کہ Balochistan package کا ایک تصور دیا گیا لیکن unfortunately جو expectations تھیں وہ ابھی تک پوری نہیں ہوئیں۔ رحمان ملک صاحب آج کل اس کے انچارج ہیں اگر وہ یہاں ہوتے تو ہم ان سے request کرتے کہ آپ اس کو تھوڑا سا expedite کریں اور اس کو تھوڑا سا اور seriously لینا چاہیے تاکہ وہاں کے لوگوں کی مشکلات حل ہو سکیں۔

جناب والا! باقی چیزیں تو ہر ایک کو پتا ہیں، ہم ہمیشہ بولتے رہتے ہیں کہ Health care is a problem, education is a problem. لیکن سب سے بڑی چیز وہاں پر law and order کا مسئلہ ہے۔ law and order کے لیے best طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص جو concerned ہے چاہے وہ parliamentarian یا غیر parliamentarian ہے۔ اس قسم کی باتیں کہ وہاں پر insurgency ہے، insurgency دنیا میں ہر جگہ رہی ہے، ہندوستان میں رہی ہے، سری لنکا میں رہی ہے، افغانستان میں بھی ہے، ایران میں ہے، امریکہ میں ہے، کہاں نہیں ہے۔ پوری دنیا میں ہے لیکن dialogues کے ذریعے ان تمام مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے۔ جناب والا! آپ کی بڑی مہربانی آپ نے مجھے وقت دیا، Thank you very much.

جناب چیئرمین: Thank you, جی عباس خان صاحب، کلثوم صاحبہ عباس خان صاحب کے بعد آپ۔

سینیٹر کلثوم پروین: میں کل کروں گی۔

جناب چیئرمین: کل کریں گی۔ اچھا ٹھیک ہے۔

سینیٹر عباس خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں figures میں نہیں پڑوں گا کیونکہ ویسے ہمارے ملک کی education کے حالات کچھ ایسے ہیں کہ صرف دس پندرہ فیصد ایسے ہیں جو ان figures کو سمجھ سکتے ہیں، غلط یا ٹھیک۔ زیادہ تر لوگ اس چیز سے ناواقف ہیں۔ جب RGST لگانے کا وقت آیا تو ادھر کچھ پارٹیوں نے بڑا شور مچایا کہ یہ نہیں لگنا چاہیے، فلاں نہیں ہونا چاہیے۔ اس

ملک میں تباہی آجائے گی، مہنگائی آجائے گی اور وہ زرعی ٹیکس کا تقاضا کر رہے تھے کہ یہ لگنا چاہیے جو صوبوں کا کام تھا۔

اب صوبائی اسمبلیوں میں بجٹ پیش کر دیا گیا ہے، سندھ میں ہو گیا، پنجاب میں بھی ہو گیا لیکن ہم نے ایسا بڑا زرعی ٹیکس نہیں دیکھا جو ہم پچھلے تین چار مہینے سے قوم کو دھوکہ دے کر، press conferences کر کے اور RGST کی مخالفت زرعی ٹیکس کی وجہ سے کر رہے تھے اور بار بار ہم یہی کہہ رہے تھے کہ یہ لگے گا تو باقی ٹیکس بھی لگ جائے لیکن اس کو نہ ہونے دیا اور جب ٹیکس آیا تو نہ ہم نے سندھ میں دیکھا کہ زرعی ٹیکس اتنا زیادہ لگا نہ ہم نے پنجاب میں دیکھا کہ زرعی ٹیکس اتنا زیادہ لگا کہ قوم کو فائدہ ہو۔ یہاں جب تک اس ملک میں ہم اس طرح بھیک مانگتے رہیں گے اور ایک طرف کہیں گے کہ ہم ٹیکس نہیں لگائیں گے، ایک طرف ہم ٹیکس structure نہیں بڑھائیں گے، ایک طرف ہم خود ٹیکس دینے کے لیے تیار نہیں ہوں گے اور دوسری طرف ہم یہی کہتے رہیں گے کہ ہمیں باہر سے بھیک بھی نہیں مانگنی، خیرات بھی نہیں مانگنی، ملک بھی چلانا ہے، غیرت بھی دکھانی ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ یہ تب ہو سکتا ہے کہ ہم ساری قوم ایک چیز کا فیصلہ کر لیں کہ ہم نے زرعی ٹیکس بھی دینا ہے، ہم نے باقی ٹیکس بھی دینے ہیں، ہر شخص نے ٹیکس دینا ہے تو تب یہ ملک گردن اٹھا کر چل سکتا ہے۔

میرے ایک بھائی نے بڑے اچھے figures بتائے کہ ڈیم کے لیے اس طرح ہوا، اس کے لیے فلاں ہوا۔ آج ہمارا ملک کیا دیکھ رہا ہے۔ ہمارے ملک کا زیادہ پیسہ کس چیز میں جا رہا ہے؟ وہ war against terror ہے۔ ہم ایک جنگ لڑ رہے ہیں۔ پیسہ ہمارا اس کی وجہ سے نہیں ہے۔ economy ہماری اس وجہ سے کمزور ہے کہ باہر سے پیسہ نہیں آ رہا۔ ادھر لوگ پیسہ invest نہیں کر رہے۔ ہمارا ملک تباہی کے دہانے کی طرف جا رہا ہے لیکن میں پوچھتا ہوں کہ کون سی پارٹی ہے؟ آیا وہ اپوزیشن ہے یا جو حکومت میں بیٹھی پارٹیاں ہیں انہوں نے اس War against terror کی بات کی ہے کہ جدھر سے آواز آتی ہے کہ یہ فاٹا سے ہے، اس کا گڑھ ادھر ہے، اس کے camps وہاں ہیں۔ یہ ان لوگوں کی محرومیاں ہیں، ان کے لیے اس بجٹ میں کیا، کیا گیا ہے؟ نوجوانوں کے لیے اس میں کیا رکھا گیا کہ ان کی محرومیاں اور ان کے ساتھ جو ناانصافیاں ہو رہی ہیں، جن کے پاس ہارنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ ایک زندگی ہے جس کو انہوں نے داؤ پر لگا دیا ہے۔ اگر ہم آج اس لڑائی کو ختم کرتے تو چاہیے یہ تھا کہ ساری پارٹیاں، پنجاب کی government سندھ کی government اپنے بجٹ کا

حصہ فاٹا کے لیے مختص کرتی اور فاٹا کے ان لوگوں کے لیے ایک industrial zone قائم کرتی اور ان کو کہتی کہ اس لڑائی کو ختم کرو۔ ساٹھ سال سے ہم نے جو آپ کے ساتھ ناانصافیاں کی ہیں، آئیں ہمارے گلے لگیں اور ہم اس کے بدلے میں آپ کو یہ یہ چیزیں دیتے ہیں۔ آئیں اس جنگ کو چھوڑیں، آپ ہمارے بھائی ہیں ۔ یہ لڑائی ختم کریں۔ یہ جو آج ہم نے اپنے صوبوں میں زرعی ٹیکس لگا دیا ہے، دوسرے ٹیکس لگا دیئے ہیں ہم اس میں سے آپ کو حصہ دیتے ہیں۔ نہیں ایسا کوئی نہیں کہے گا۔ آجائیں تو ہمارے اداروں کے خلاف لگ جائیں گے، ہمارے اداروں کے پیچھے لگ جائیں گے۔ یہ غلط، یہ غلط ہے۔ خالی نمبر scoring کے لیے ہے۔ یہ نمبر scoring ہم پچھلے ساٹھ سال دیکھ رہے ہیں۔ آج ملک اس حالت میں آگیا ہے کہ ایک اسلام آباد، مجھے کہتے ہوئے شرم بھی آتی ہے ، ہم سب دو دو اور تین تین گاڑیوں میں پھرتے ہیں۔ ہمارے نوکر سب گاڑیوں میں پھرتے ہیں۔ ہم ایک شہر میں دورے پر گئے وہاں پر سائیکل چلانے والوں کے لیے ایک لائن تھی جدھر صرف سائیکل والے پھرتے تھے لیکن وہ قوم بڑی سرمایہ دار تھی۔ ان کی حکومت کے پاس بڑا پیسہ تھا لیکن ان کی عوام ٹیکس دینے کو تیار تھی، وہ ٹیکس دیتی تھی جس کی وجہ سے ان کی حکومت مضبوط تھی اور وہ دنیا کے ساتھ آنکھ میں آنکھ ڈال کر بات کر سکتی تھی۔ ہمارے اسلام آباد میں ہر طبقے کے لوگ ہیں، وہ سیاست دان ہیں یا bureaucrats ہیں یا فوج سے ہیں یا میڈیا سے یا جس محکمے سے بھی ہیں سب کے گھروں میں دو تین تین گاڑیاں کھڑی ہیں اور ان کے نوکر بھی گاڑیوں میں جاتے ہیں سائیکل پر نہیں جاتے ہیں۔ یہاں سائیکل کی روڈ اسلام آباد میں بھی نہیں ہے۔ ہمارا ملک اتنا امیر ہے لیکن ہم روتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ کیوں نہیں ہے؟ اس لیے کہ ہماری سرکار غریب ہے۔ سرکار کو دینے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے۔ جب RGST کا وقت آیا اس وقت پارٹیوں نے ایک issue بنا دیا ، کیوں؟ اس لیے کہ اگر government مضبوط ہوگی تو ٹیکس آئے گا، economy مضبوط ہوگی تو یہ ملک بھی چلے گا لیکن ہم نے اس ملک کو چلانا نہیں ہے ، ہم نے تو وقت گزارنا ہے۔ ایک کو پاؤں سے گھسیٹنا ہے دوسرے کو پاؤں سے گھسیٹنا ہے اور اس طرح اس ملک کو تباہی کے اس دہانے پر لانا ہے جس طرح آج ساری دنیا ہماری بے عزتی کر رہی ہے اور ہم سر نیچے کر کے اس بے عزتی کو برداشت کر رہے ہیں۔

ہمارے لوگ پورا سال انتظار کرتے ہیں کہ جون کا مہینہ آئے گا اور ایک ٹیکس کا نظام آئے گا اور عوام کو مراعات کو ملیں گی۔ چیزیں سستی ہوں گی لیکن جب بجٹ آتا ہے تو وہی ہوتا ہے کہ جی اس بار ہم نے کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا۔ یہ ایک خوشخبری ہوتی ہے۔ عوام بھی خوش ہوجاتی ہے، لوگ بھی خوش

ہو جاتے ہیں کہ چلو پرانی تنخواہ پر گزارا ہو رہا ہے لیکن یہ ایسی حقیقت نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قوم کو سمجھنا چاہیے ، ہر شخص کو سمجھنا چاہیے کہ ہر ملک اپنے لوگوں کی وجہ سے چلتا ہے۔ ہر آدمی اگر ٹیکس دے گا تو غریب کو سستی چیزیں ملیں گی۔ اگر سرمایہ دار ٹیکس دے گا ، اگر کاروباری آدمی ٹیکس دے گا ، اگر industrialist ٹیکس دے گا ، تمام جاگیردار ، زمیندار ٹیکس دیں گے تو اس کا رزلٹ غریب عوام تک پہنچے گا۔ اس کی وجہ سے غریب عوام کو چیزیں سستی ملیں گی لیکن اگر ہم اسی طرح کرتے رہے، ایک دوسرے پر number scoring کرتے رہے۔ جس طرح ہمارا ایک issue ہوتا ہے تو سارا دن اسی پر گزر جاتا ہے۔ اپوزیشن کبھی ایک issue کبھی دوسرا issue اٹھاتی ہے، ہم ادھر آ کر تقاریر کر لیتے ہیں لیکن اگر سچائی دیکھی جائے ، اگر ہم نے ملک کو ترقی دینی ہے تو ایک ٹیکس نظام اپنانا ہوگا۔ آج حکومت جو tax structure بنا رہی ہے، یہ نہیں ہے۔ یہ تو وہی ٹیکس ہے جو پہلے بھی لگ رہا تھا ۔ آپ کو اس میں نئے لوگوں کو لانا چاہیے۔ زرعی ٹیکس لگانا چاہیے۔ یہ صوبوں کا کام ہے جو انہوں نے نہیں کیا۔ ادھر آ کر بس تقریریں کر کے چلے گئے لیکن اس طرح جو باقی ٹیکس ہیں جو لوگ نہیں دیتے ان کو اس tax structure میں لانا چاہیے اور جو کرپشن ہو رہی ہے اس کو روکنا چاہیے۔ جس طرح ہمارے دوستوں نے کہا کہ جو ٹیکس دیتے ہیں اس میں پچاس فیصد تو کرپشن ہو جاتی ہے۔ اس کرپشن کو روکنا چاہیے۔ نئے ٹیکس لگانے چاہییں تاکہ ہمارا ملک ایک نئے راستے پر، ایک نئی سوچ کے ساتھ چلے اور ہم لوگ دوسری دنیا کے ساتھ آنکھیں ملا کر چل سکیں نہ کہ آنکھیں جھکا کر چلیں جیسے ہماری ساری قوم آج شرم کے مارے آنکھیں جھکائے ہوئے ہے۔ یہ صورت حال اس وقت تک رہے گی جب تک ہم اپنے پیروں پر کھڑے نہیں ہوں گے۔ بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ بہت بہت۔ آج اور کون speaker بجٹ پر بحث کرنا چاہے گا؟ زاہد خان صاحب موجود ہیں انہوں نے نام لکھوایا تھا۔

سینیٹر کلثوم پروین: میرا ایک point of order ہے۔

جناب چیئرمین: آپ کا point of order لے لیتے ہیں۔ Speaker تو اب کوئی ہے ہی نہیں۔ باقی جو legal discussion ہونی تھی۔۔۔۔۔ میں نے کہا تھا کہ آج اس پر ایک گھنٹہ بحث کریں گے۔

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: Sir, primarily the issue is between two factions of Opposition. One section is sitting here and the other has walked out.

جیسے آپ مناسب سمجھتے ہیں اگر شروع کرانا چاہتے ہیں تو they should be given the opportunity.

جناب چیئرمین: نام تو ہم نے settle کر لیے تھے۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: تو اس پر جو بولنا چاہے آپ بالکل آغاز کروالیں۔

It was a ruling order by the Chairman.

جناب چیئرمین: صرف ایس ایم ظفر صاحب تشریف فرما ہیں۔ ایس ایم ظفر صاحب! آپ اس پر آج بحث کرنا چاہیں گے۔

سینیٹر ایس ایم ظفر: آج کے لئے مجھے تو کوئی اطلاع نہیں تھی۔

جناب چیئرمین: اگر آج نہیں تو کل آپ تیاری کر لیجیے۔ جی، شیرانی صاحب۔

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: یہ بحث تو ہمارے دوسرے دوستوں نے شروع کرنی تھی۔ ہم نے نہ تو کوئی دعویٰ کیا ہے اور نہ ہمیں آپ کی اس رولنگ پر کوئی اعتراض ہے۔ نہ آپ کے فیصلے پر ہم نے کوئی نکتہ چینی کی ہے۔ اگر شروع کرنی ہے تو جب ہمارے وہ ساتھی موجود ہوں تو پھر شروع کریں لیکن انہوں نے تو شرط یہ لگائی ہے کہ آپ اپنے اس order کو واپس لے لیں۔ اس پر ہم کیا بحث کریں گے۔ اگر وہ ہاؤس میں آتے ہیں اور بیٹھتے ہیں اور اس پر بحث شروع کرتے ہیں تو پھر تو کوئی بات ہو گی کہ ہم بھی اس پر بات کریں لیکن جب وہ باہر ہیں اور وہ آتے ہی نہیں ہیں تو ہمیں تو آپ کی رولنگ اور فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ جی، حیدری صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: شکریہ جناب چیئرمین۔ ہم مسلسل یہ کہتے رہے ہیں کہ آپ نے جو حکم صادر فرمایا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے اور عین ضابطے اور قانون کے مطابق ہے۔ ہمیں اس حوالے سے کوئی اعترض نہیں رہا بلکہ آپ ہی نے ایک فیصلہ فرمایا کہ میں نے جو حکم صادر کیا ہے اس پر یہاں ہاؤس میں موجود ماہرین اظہار خیال کریں تا کہ یہ مسئلہ کھل کر ہاؤس کے اراکین کے سامنے آئے کہ

کن وجوہات کی بنا پر آپ نے یہ حکم صادر فرمایا ہے۔ تو جب آپ نے یہ فیصلہ فرمایا تو ہماری رائے تو نہیں تھی لیکن ہم نے آپ کا احترام کیا اور آپ کی بات کو مان کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر وہاں بات چیت کے نتیجے میں یہ طے ہوا کہ 15,16 and 17 کو یہاں اس پر اظہار خیال ہوگا اور یہاں جو ماہرین ہیں وہ اپنا نقطہ نظر دیں گے لیکن اس میں حکم واپس لینے کی کوئی بات نہیں ہوئی اگرچہ اس بات کو بھی انہوں نے اخبارات میں اچھالا۔ بہت ساری باتیں جو اخبارات میں چھپی ہیں، آپ کی نسبت سے انہوں نے خبریں چلائی ہیں اور میں آپ کی خدمت میں حاضر بھی ہوا تھا کہ ان باتوں کی وضاحت ہونی چاہیے لیکن وہ نہیں ہو سکا۔ اس کے بعد پھر وہ اپنے اس فیصلے سے مکر گئے اور آپ پر دباؤ ڈالنے کی کوشش کی کہ آپ آج سے بحث کریں۔ چنانچہ آپ نے ان کی بات مان لی۔ ہم نے تو گزارش کی کہ ہم 15,16 and 17 سے تیار ہیں لیکن آپ نے ان کی بات مان لی، کوئی بات نہیں، ہم نے پھر بھی انکار نہیں کیا۔ آج جو صورتحال آپ کے سامنے آئی وہ بھی آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ تو جیسے مولانا شیرانی صاحب نے فرمایا ہم تو شروع سے ہی بحث نہیں چاہتے۔ اب بحث کا مطالبہ انہوں نے کیا ہے اگر وہ تشریف لاتے ہیں، حاضر ہوتے ہیں اور بحث کرتے ہیں تو ہمیں انکار نہیں ہے لیکن اگر آپ خود فرماتے ہیں کہ اس پر بحث ہونی چاہیے تو ہم تو پہلے بھی آپ کی بات مانتے رہے ہیں، اب بھی ہمیں اس سے انکار نہیں ہے لیکن ہم یہ نہیں چاہیں گے کہ اس مسئلے کو خواہ مخواہ زیادہ دیر کے لئے متنازعہ بنایا جائے۔ ضابطے اور قانون سب کے سامنے موجود ہیں۔ اس حوالے سے ہماری رائے شیرانی صاحب دے چکے ہیں لیکن ان حضرات نے بہرحال کمر باندھ رکھی ہے کہ ایک مولوی داڑھی اور پگڑی کے ساتھ اور ایک چھوٹے صوبے سے تعلق رکھنے والا شخص ناقابل قبول ہے۔ بہرکیف جو بھی ان کی ذہنیت ہے اور جو بھی ان کی سوچ ہے۔ سوچ پر کوئی قدغن نہیں لیکن اصول، ضابطے اور سینیٹ کی روایات بھی مدنظر ہونی چاہییں۔ اس حوالے سے میری گزارش ہوگی کہ ہمارا تو کوئی مطالبہ نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ میں آپ کی بات سمجھ گیا۔ Point of order لیتے ہیں۔ جی، کلثوم پروین صاحبہ۔

سینیٹر کلثوم پروین: شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں دو چیزوں کی طرف آپ کی نشاندہی کروں گی۔ ایک تو جناب! کراچی کی صورتحال ہے اور رینجرز کے ہاتھوں جو کچھ ہوا میں سمجھتی ہوں کہ بہت برا ہوا۔ Minister sahib بھی اپنی تقریر میں کہہ کر گئے ہیں کہ سزا ملنی چاہیے مگر پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا، سیاستدان، صحافی اور تمام لوگ ایک شخص کی غلطی کو پورے ادارے پر ڈال رہے

ہیں۔ ہم اپنے ہاتھوں سے اپنے ادارے کو خود کمزور کرنے جا رہے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ جس نے جرم کیا ہے اس کو اس جرم کی سزا ضرور ملے۔ اگر اس ہاؤس کا کوئی ایک شخص غلطی کرتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ چیئرمین resign کریں۔ جو غلطی کرتا ہے اس کو اٹھا کر باہر کریں اور جو اس نے جرم کیا ہے اس جرم کی سزا دیں مگر یہ نہیں ہونا چاہیے کہ اس جرم کی سزا کے لئے ہم اپنی فوج، اپنے اداروں اور اپنے لوگوں کو بدنام کریں۔ ہم اپنے دشمنوں کو خوش ہونے کا موقع دے رہے ہیں۔ دشمنوں کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقع دے رہے ہیں۔ ہم سمجھ رہے ہیں کہ ہم خود اپنے ہاتھوں سے اپنے اداروں کو کمزور کرنے جا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! میرا دوسرا point of order یہ تھا اور میں نے پہلے بھی بات کی تھی کہ شیخ زید ہسپتال کوئٹہ کے ڈاکٹرز یہاں پر آئے ہیں اور ہڑتال پر ہیں۔ میں نے گزارش یہ کی تھی کہ جو 18 ویں ترمیم پر عمل درآمد ہوگا وہ ٹھیک ہے۔ میاں رضا ربانی صاحب سے بھی میں نے آپ کے توسط سے گزارش کی تھی کہ جب آپ Health کی devolution کریں تو کم از کم کمیٹی کے جو تحفظات ہیں وہ آپ سامنے رکھیں۔ ہم یہ چاہ رہے ہیں کہ جو ادارہ ہمیں دے رہے ہیں، اس کو چلانے کے لئے اور اس کی سرپرستی کے لئے اس وقت ہمیں مرکزی حکومت کی ضرورت ہے۔ اگر ہمیں یہ ادارہ اسی صورت میں دے دیا جاتا ہے تو میں نہیں سمجھتی کہ آنے والے وقت میں ہم اس کو اچھے طریقے سے چلا سکیں گے۔

جناب چیئرمین! ایک چھوٹا سا point آپ کے سٹاف سے متعلق ہے۔ یہاں آپ کے سٹاف کا ایک شخص فوت ہوگیا ہے، حافظ حبیب۔ وہ اپنی طبعی موت مرا ہے dialysis پر تھا مگر اس کے گھر والوں کی طرف سے شکایت آئی ہے۔ سنا ہے کہ آپ کے سینیئر سٹاف نے اس کو بڑا stress کیا ہے۔

جناب چیئرمین: سٹاف کے بارے میں کل صبح آ کر مجھے بتا دیجیے۔ We will look into it. ٹھیک ہے۔

The House stands adjourned to meet again on Tuesday, the 14th June, 2011 at 10:30 a.m.

[The House was then adjourned to meet again on Tuesday, the 14th June, 2011 at 10:30 a.m.]